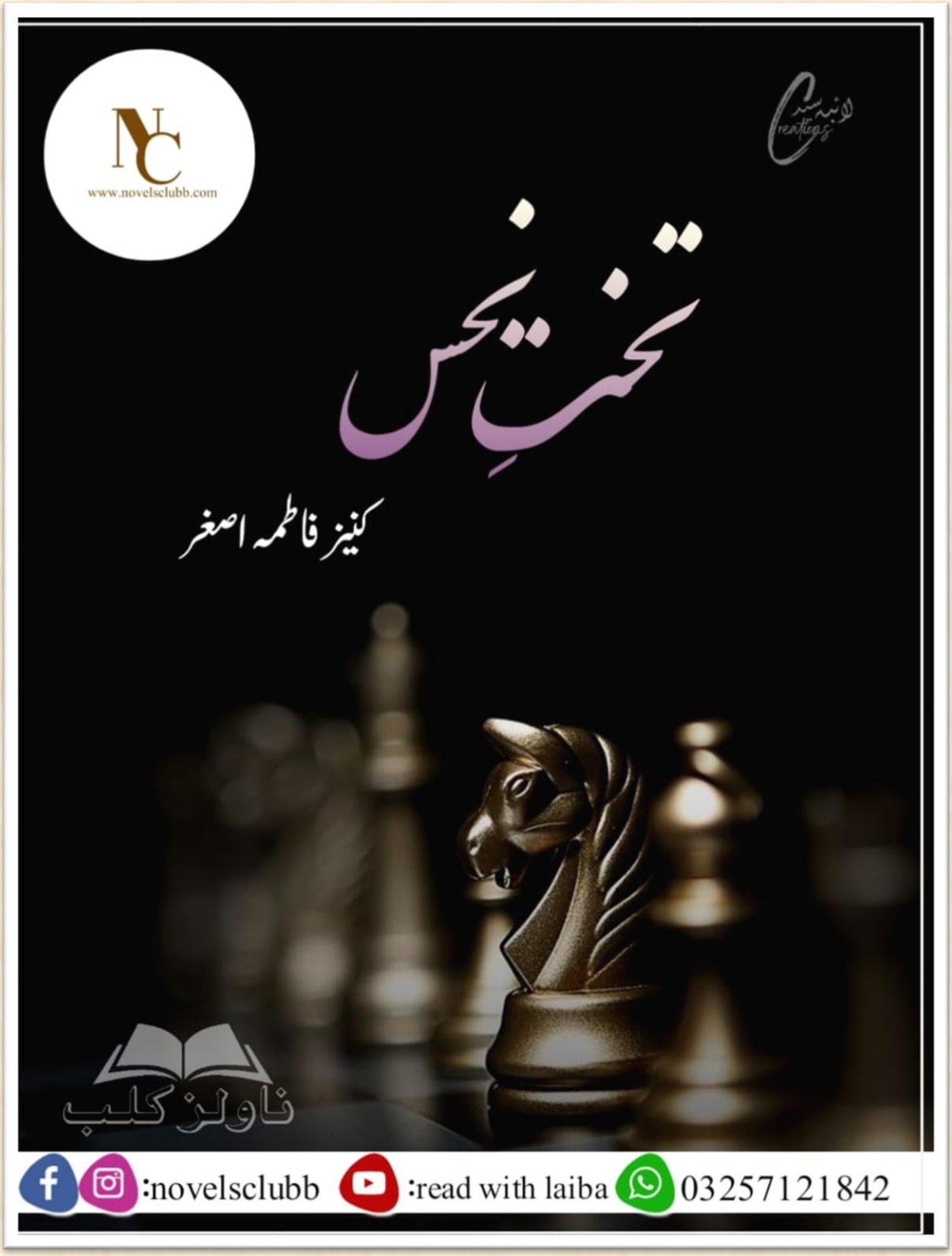
www.novelsclubb.com
تختِ نحس
کنیز فاطمہ اصغر
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

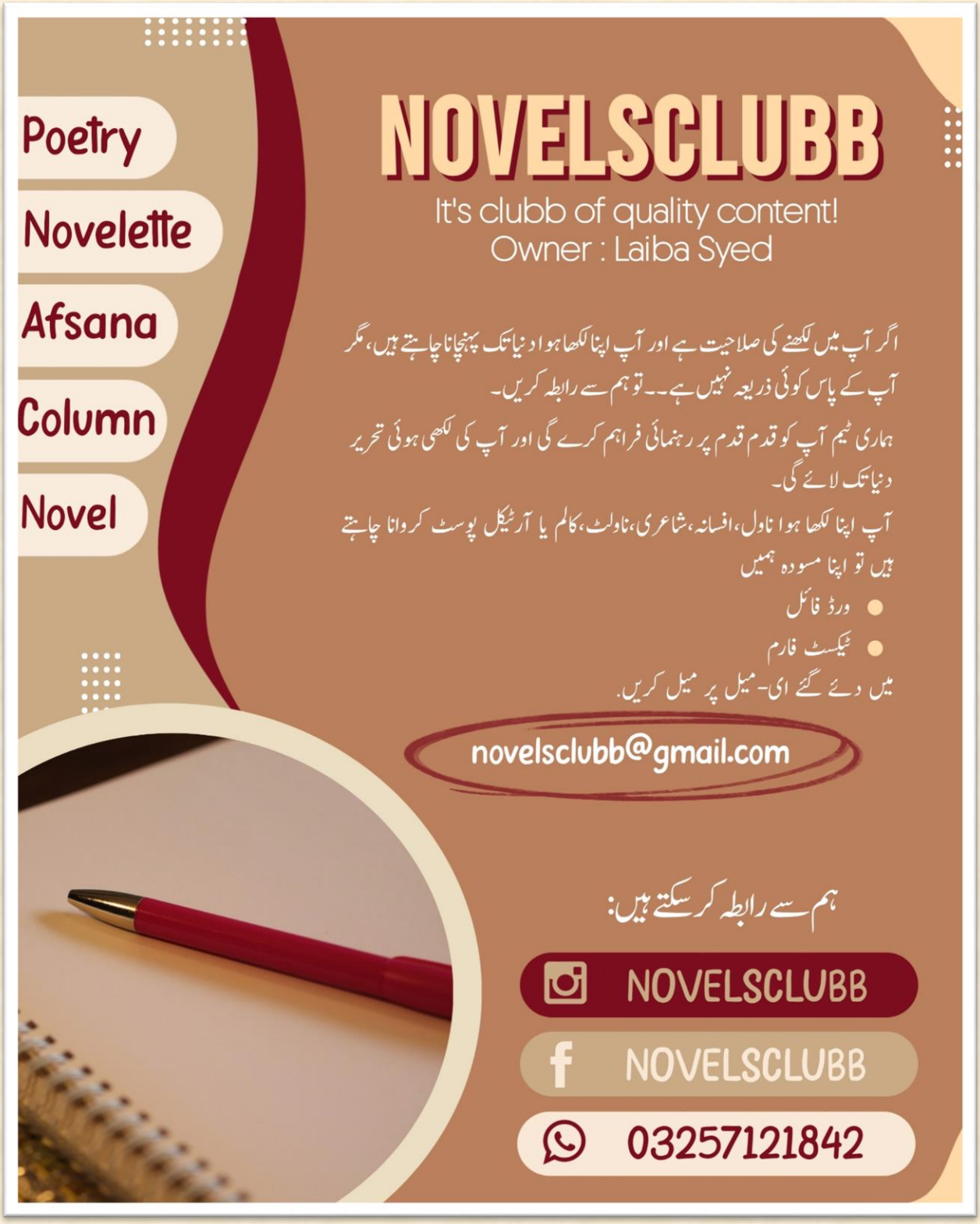
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

تختِ نحس

از قلم

کنیز فاطمہ اصغر

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تخت نَحس از قلم کنیز فاطمہ اصغر

باب اوّل

عہدِ سیہ

انتساب

اُن عہود کے نام جو کسی کو سیاہ سے سرمئی تو کسی کو سرمئی سے سیاہ بناتے ہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اک انساں ہوں میں اور انسان بھی عجیب

مجھ کو مرنے کی طرف دھکیلتا سامان بھی ایک

مجھے کو جینے کی آس دلاتا سامان بھی وہی

زندہ ہوں کہ مردہ؟ سنگ دل ہوں کہ نرم دل؟

اچھا ہوں کہ برا؟ عاقل ہوں کہ بے عقل؟

خیر کون سے القابات؟ کون سی القتیات؟

کون سے مراسمات؟ کون سے احسانات؟

اک انسان ہوں میں اور انسان بھی عجیب

خود کو جینے بھی نہیں دیتا

خود کو مرنے بھی نہیں دیتا

از قلم کنیز فاطمہ اصغر

رات نے اپنا گھنگھور سایہ ہر سُو یوں پھیلا رکھا تھا، جیسے کسی غمگیں مصور نے اپنی آخری سانسوں میں آسمان پر درد کے سائے بکھیر دیے ہوں۔

سنسان میدان، دور گھروں سے جھلملاتی دھندلی روشنی اور خشک گھاس میں سے گزرتی ہوا کی سرسراہٹ، سب مل کر ایک ایسی خاموشی بُن رہے تھے جو دل پر بوجھ ڈالتی جاتی تھی۔

اِس سیاہی نے ہر سمت دل کو گھیر لینے والی ہیبت طاری کر رکھی تھی۔ کبھی بادلوں میں چھپا چاند اس ہیبت کو مزید گہرا کر دیتا، تو کبھی وہی روشنی ایک لمحے کو دل کو ہلکا سا پر سکون کرنے لگتی جیسے خوف اور سکون کی کشمکش فضا میں بیک وقت سانس لے رہی ہو۔

اگر آپ میدان کے کنارے کی طرف نظر دوڑائیں تو پیروں کو چھوتے گہرے سبز لباس میں ملبوس بیٹھی ایک لڑکی کو خود میں غلطاں پائیں۔ خنک ہوا اس کے بدن میں سرایت کرنے لگی تو اُس نے کندھوں پر پڑی چادر کو خود کے گرد مزید مضبوطی سے لپیٹ لیا۔

قریب موجود مدھم پڑتی لالٹین کی ٹمٹماتی روشنی اُس کے چہرے کو آشکار کرنے کو بے تاب لگتی تھی۔ جب اس کا چہرہ روشنی کی جدوجہد کے باوجود مکمل واضح نہ ہوا تو وہ روشنی مایوس ہو کر ارد گرد کے ماحول میں جذب ہو گئی، جب کہ روشنی کی کچھ کرنیں اب بھی اس کے چہرے کو واضح کرنے کے جتن کرنے میں لگی رہیں۔ جس کے باعث گرد کے ذرات سے اَٹے گال، بے ترتیب چوٹی، اور آنکھوں کے گرد تھکن کا ہالہ نمایاں ہوا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وقت نے اس پر اپنے نشان کندہ کر دیے ہوں۔ مخمل کے نرم کپڑے کی چادر بھی یخ بستہ رات کی ٹھنڈک کو اس کے وجود میں اترنے سے نہ روک سکی۔

اب وہ چادر سے ڈھکے ہاتھوں کی انگلیوں میں موجود ڈائری کو کھول کر اوراق کو اِدھر اُدھر کرتے ماضی کی لکھی کوئی نظم پڑھ رہی تھی۔ اُسے اپنی کہنہ ڈائری کے اوراق ایسے عزیز تھے جیسے کسی زخمی کو مرہم۔ وقت کی گرد میں لپٹے اُن اوراق میں اس کی نگاہیں ایک صفحے پر جا ٹھہریں، جہاں لکھی ہر سطر گویا اسی کی اپنی سرگزشت تھی۔ یہ ڈائری اس نے کسی اور زمانے

میں اس طلسماتی شہر سے دور دنیا کے ایک گوشے میں کسی آزردہ لمحے کے زیرِ اثر، اُس وقت لکھی تھی جب زندگی بے حد کٹھن اور اذیت سے بھرپور لگتی تھی۔ اور اب؟ اب کیا وہ بدل گئی یا زندگی؟ کچھ دیر وہ لفظوں میں کھوئی رہی، پھر جیسے کسی بھاری یاد کے بوجھ سے نکلنے کے لیے ڈائری بند کر دی اور گہرا سانس لیا، تاہم اس کا دل ان یادوں کے بوجھ سے نکلنے میں ناکام رہا۔

یک دم قریب بکھرے خشک پتوں پر ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی۔ آواز کے برعکس اس کے چہرے پر خوف کا کوئی اثر تھا نہ حیرت کا کوئی سایہ، جیسے اب وہ ان اچانک ابھرنے والی آوازوں کی عادی ہو چکی ہو۔ شاید اُس کا دل اِس عجب صورتحال کو قبول کرنے لگا تھا۔

اُس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ ہلال بادلوں کے قافلے کے ساتھ اٹھکیلیاں کرتا کبھی اُس پر جھانکتا تو کبھی چھپ جاتا۔ مدھم روشنی کبھی اس کے چہرے کو نامکمل سا آشکار کرتی، کبھی راز میں لپیٹ لیتی۔

یوں لگتا تھا جیسے یہ رات اور یہ لڑکی دونوں ایک دوسرے کے رازدار ہوں، دونوں کے پاس ایسی کہانیاں ہوں جنہیں سننے کی کسی میں استقامت نہ ہو۔

دور، کنویں کے پار، دو گہری سیاہ آنکھیں احترام بھری یاسیت لیے اسے خاموشی سے تک رہی تھیں۔اِن آنکھوں میں موجود یاسیت، لڑکی کی آزردہ حالت کا عکس تھی۔

"غاں بہ، ہم سب ٹھیک کر دیں گے۔" مرد کی سیاہ آنکھوں میں خیال جھلکا، مگر دل نے سرگوشی کی۔

کیا تقدیر کے بگڑے دھاگے کبھی سلجھ بھی پائیں گے؟

(کیا آپ کے خیال میں، سیاہی اور سکوت میں لپٹے اِس انجام کا کوئی دوسرا آغاز بھی ممکن ہے؟)

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

****

پریوں کے شہر پر فی الوقت تاریک رات کا غلبہ تھا۔ سکوت اتنا دبیز کہ دور کہیں بہتے پانی کی مدھم آواز اور کبھی کبھار درختوں سے گزرتی ہوا کی سرگوشی صاف سنائی دیتی تھی۔ گلی کوچے سنسان، دروازے بند، جیسے پورا شہر کسی انجان خوف کے سائے میں دبک گیا ہو۔ دن کی روشنی میں دلکش اور زندگی سے بھرپور لگتا یہ شہر، رات کے اندھیرے میں ہولناکی کا روپ دھار چکا تھا۔

اِسی لمحے، آسمان پر روشنی کا ایک جھماکا ہوا۔ یہ روشنی اپنی نوعیت میں بالکل مختلف تھی۔ ایسی روشنی جو خوف زدہ کرنے کے بجائے عجب سکون دیتی تھی۔ اگلے ہی پل بارش برسنے لگی۔ پانی کی بوندیں یوں ٹپک رہی تھیں جیسے ستاروں کے ٹکڑے زمین پر اتر رہے ہوں۔ یہ سحر آلود قطرے زمین سے ٹکراتے ہی لمحہ بھر کو گلی کوچوں کو جگمگا دیتے تھے۔ شہر، جو کچھ دیر پہلے ڈر اور وحشت میں لپٹا تھا، اب کسی افسانوی خواب کی مانند دکھائی دینے لگا۔ ہر بوند ایک پر سکون لوری کی طرح دل پر اثر کر رہی تھی۔

لیکن یہ سکون زیادہ دیر قائم نہ رہا۔ اچانک آسمان جگمگایا اور ستاروں کا ایک جھرمٹ سطحِ افق پر نمودار ہوا۔ یہ عام جھرمٹ نہ تھا، بلکہ اپنی پراسرار چمک سے پورے شہر کو خاموشی میں نہلا رہا تھا۔ ستاروں نے مل کر ایک تلوار، ایک تاج، اور ایک قلم کی شکل اختیار کر لی۔ یہ وہی منظر تھا جس کا ذکر نسلوں سے مختلف کہانیوں اور پیشن گوئیوں کا حصہ رہا تھا۔ البتہ، اس بار لوگوں کے لیے حیران کن آسمان پر ابھرنے والا چوتھا جھرمٹ تھا۔

وہ جھرمٹ مختلف تھا۔ ایک دھندلا پراسرار جھرمٹ، جیسے دھند میں لپٹا کوئی ادھورا خواب۔ اس سے پھوٹتی روشنی عجیب تھی، نہ گرم، نہ سرد لیکن دلوں کو احساس دیتی تھی کہ یہ روشنی یا تو کچھ بہت عظیم کر سکتی ہے یا سب کچھ نیست و نابود۔

شہر کے لوگ، جو بارش ہونے پر اپنے گھروں کی کھڑکیوں میں کھڑے بارش کو حیرت اور سکون سے تک رہے تھے، چوتھے جھرمٹ کو دیکھ کر بے چین ہوئے۔ کھڑکیوں سے جھانکتے ہوئے چہروں پر خوف اور تجسس کے ملے جلے تاثرات چھانے لگے۔ ہر شخص جانتا تھا کہ یہ چوتھا جھرمٹ کسی بڑی پیشین گوئی کا نشان ہے۔ تاہم، یہ نشان خوشی لائے گا یا ناقابلِ تلافی تباہ کاریاں، یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔

اسی بے چینی کے بیچ دو چہرے باقی تمام چہروں سے مختلف تھے۔

ایک کے چہرے پر صدیوں پرانی پیشگوئیوں کا عکس تھا۔ گویا اسے علم ہو کہ سب کچھ ویسا ہی ہو رہا ہے جیسا ہونا تھا۔

جبکہ دوسرا چہرہ پر سکون اور خاموش، جیسے وہ آنے والی ہولناکی کو جانتا ہو، مگر اس کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو۔

****

****

رات اپنے دوسرے پہر سے تیسرے پہر میں قدم رکھ چکی تھی۔

جھیل سیف الملوک کی نیلگوں آبی سطح پر چودھویں کے چاند کی روشنی یوں بکھری تھی، گویا کسی نے آسمان کا خفیہ طلسم زمین پر انڈیل دیا ہو۔

وہی جھیل جو دن کے وقت اپنے نیلگوں پانی اور پہاڑوں کے حصار میں قید حسن سے سیاحوں کے دل موہ لیتی تھی۔

رات کے اس پہر، اپنی پراسرار ہولناکی سے انسان کو بھاگنے پر مجبور کر رہی تھی، باوجود اس کے، جھیل کی مقناطیسی کشش دل کو یوں جکڑ لیتی کہ چاہنے کے باوجود اس کی گرفت سے نکلنا ناممکن ہو جاتا۔

ارد گرد کے سبز اور مٹیالے پہاڑ، کنارے سے دیکھنے پر، دیو ہیکل وجود کا گُمان دیتے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ پلک جھپکتے ہی آپ کو اپنی تاریک گہرائی میں نگل لیں گے۔

ہوا کی ہلکی جنبش، جھیل کی ساکت سطح پر ارتعاش ڈالتی، اور یوں وہ خاموشی کسی ان کہے راز میں ڈھلنے لگتی۔

صدیوں سے اس جھیل کے گرد ان گنت لوک داستانیں سنائی جاتی رہی ہیں۔ مگر سوال اب بھی وہی ہے۔ کیا یہ سب محض تخیل ہے؟ یا ان کہانیوں کے پیچھے کوئی ناقابلِ بیان حقیقت پوشیدہ ہے؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جیسے ہی سورج کی پہلی کرنیں پہاڑوں کے پیچھے سے جھانکیں، جھیل کی ہولناک کشش آہستہ آہستہ مانوس دلکشی میں ڈھلنے لگی۔

اسی لمحے، اس کے شفاف پانی میں عکس ابھرا، ایک لڑکی کا۔

وہ لڑکی منفرد تھی، مختلف سی۔

وجہ شاید اس کے سبز بال تھے یا وہ سنہری آنکھیں جو دھوپ میں پگھلتے سونے کی طرح چمک رہی تھیں یا پھر اس کے چہرے پر کھنچی ہوئی وہ عجیب کیفیت، الجھی اور سہمی ہوئی۔

جیسے وہ اِس دنیا کی نہ ہو، اور اپنے گھر لوٹنے کی بے تاب خواہش میں گھل رہی ہو۔ جیسے لوٹنے میں دیر ہو گئی ہو اور کھو جانے کا ڈر اس کے وجود کو گرفت میں لے چکا ہو۔

اگر ہم اس کے تعاقب میں چلیں تو اسے ایک غار کے دہانے پر رکا ہوا پائیں۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک خاص انداز میں تین بار دستک دی۔ لمحہ بھر بعد، غار کے سامنے موجود بڑا پتھر اپنی جگہ سے سُرک گیا، اور سامنے ایک اندھیری، پراسرار راہداری کھل گئی۔

راہداری کے اندر یک دم جگنو جگمگانے لگے، اور ان کی سنہری روشنی اندھیرے کو نرم سی چمک میں بدلنے لگی۔

وہ آگے بڑھی اور راہداری کو عبور کیا۔ جب وہ آخری سرے پر پہنچی، منظر بدل گیا۔

یوں لگا جیسے ہم کسی اور دنیا میں داخل ہو گئے ہوں۔

اس دنیا کے بیچ و بیچ ایک شیش محل تھا، جس کی دیواروں سے سورج کی روشنی منعکس ہو کر پورے شہر کو روشن کر رہی تھی۔

یہ شہر پہاڑ کے اندر نہیں تھا۔ پہاڑ اور وہ چٹان تو بس باہر والوں کے لیے ایک بھرم تھے، ایک نظر کا دھوکا۔

شہر میں ہر جانب پھولوں کی کیاریاں دلفریب مہک بکھیر رہی تھیں۔ درختوں کی شادابی اور بہتے حوضوں کا شفاف پانی اسے اور بھی طلسماتی بنا رہا تھا۔

محل کے گرد مختلف رنگوں کے گھر تھے، اور ہر رنگ اپنی پہچان رکھتا تھا۔

سبز بالوں والے مکین، قدرت کے رکھوالے۔

جامنی بالوں والے مکین، شاہی خدمت گزار۔

سرخ بالوں والے مکین، شہر کے محافظ۔

اور نیلے بالوں والے مکین، اہلِ قلم و فنکار۔

شیش محل کے اندر قدم رکھتے ہی لگتا تھا جیسے کوئی روشنی کے سمندر میں اتر آیا ہو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیواروں اور ستونوں پر جڑے آئینے اور بلوریں فانوس، روشنی کو ٹکڑوں میں توڑ کر ہزاروں رنگین کرنوں میں بکھیر رہے تھے۔

چھت سے لٹکے فانوس محض روشنی نہیں بکھیرتے تھے، بلکہ یوں لگتا جیسے ستارے خود زمین پر اتر آئے ہوں۔

فرش پر بچھے دبیز ریشمی قالین اپنے پیچیدہ نقش و نگار میں صدیوں پرانی کہانیاں چھپائے ہوئے محسوس ہوتے۔

اونچے اونچے دروازوں پر لٹکے بھاری ریشمی پردے ہلکی ہوا سے جنبش کھاتے تو لگتا جیسے وہ بھی کوئی راز چھپائے بیٹھے ہیں۔

کمرے اور راہداریوں کی دیواروں پر کندہ نقوش پر جب کوئی نظر ڈالتا، تو ایسا لگتا جیسے عکس زندہ ہو کر پلٹ کر دیکھ رہا ہو۔

یہ سب بیک وقت دل کو مسحور بھی کرتا اور ایک انجانی گہرائی میں جھانکنے پر مجبور بھی۔ گویا محل خود ایک آئینہ ہے جو آنے والوں کو ان کے ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن بھی دکھا دیتا ہے۔

اور سب سے دلکش منظر؟ وہ جو بڑی محرابی کھڑکیوں سے جھانکتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بڑی بڑی محرابی کھڑکیاں باہر کے باغات کا نظارہ کراتیں، جہاں قطار در قطار درخت اپنی سبز شاخوں پر جھکے پھولوں کا بوجھ اٹھائے کھڑے تھے۔

کہیں رنگ برنگی کیاریاں تھیں جن سے اٹھتی خوشبو فضا کو معطر کرتی، اور کہیں سنگی حوض تھے جن میں آبشار کی نرم دھاریں چاندنی میں چمک اٹھتی تھیں۔

****

****

محل کے مخصوص کمرے سے رعب دار آواز گونجی، "حاجرہ" ایک خوبصورت لڑکی گھبراہٹ میں تیزی سے چلتی ہوئی اس کمرے کی طرف گئی۔ اس کے جامنی بال ہوا میں لہرائے اور پھر خاموشی سے کندھوں پر ڈھل گئے۔

"جی ملکہ" اُس نے کمرے کے دروازے پر رک کر اپنا سانس بحال کیا۔

"اندر آؤ" کمرے میں موجود قد آور کھڑکی کے پاس کھڑی لڑکی (جو غالباً ان کی ملکہ تھی) دروازے کی طرف اپنی پیٹھ کیے ہوئے تھی۔ آواز سرد مگر باوقار۔

"جی۔۔۔جی!" اس کی پھنسی پھنسی آواز میں وہ خوف جھلک رہا تھا جو محل کے تمام ملازمین اور مکینوں کو ملکہ سے محسوس ہوتا تھا۔ اسی وقت ملکہ نے اپنا رخ پھیرا۔

پریوں کی ملکہ جو دکھنے میں چوبیس سے پچیس برس کی لگتی تھی خوبصورتی و وقار میں اپنی مثال آپ تھی۔ جن ایمبر آنکھوں میں عموماً ستاروں سی چمک کے ساتھ ذہانت کی تیزی چھلکتی تھی۔ انہی آنکھوں میں بے رحمانہ سرد مہری لیے وہ ہاجرہ کو تک رہی تھی۔ ملکہ متوازن چال چلتی، اپنی خادمۂ خاص کے سامنے سے گزر کر شیشے کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ کمر تک آتے گھنے کافی رنگ کے بالوں کو ایک شانِ بے نیازی سے اپنے کندھے سے ہٹاتے، ملکہ گویا ہوئی۔

"ہمارے علم میں آیا ہے کہ کل محل کی ایک خادمہ کے ساتھ باہر بے ادبی ہوئی ہے، کیا آپ کو اس سے متعلق کچھ معلوم ہے؟"

"نہیں ملکہ میں معذرت چاہتی ہوں، میں کل محل سے باہر نہیں جا سکی تھی۔" ہاجرہ کے حلق میں اٹکا سانس بحال ہوا جیسے کوئی چوری پکڑے جانے کا خوف رفا ہوا ہو۔ ملکہ نے اسے گہری نظر سے دیکھا جیسے اس کے دل کا بھید جانچ رہی ہو۔ خادمہ کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔ ملکہ کی فطرت ایسی ہی تھی، وہ پل میں دل کا بھید جان لیتی تھی، مگر ظاہر تبھی کرتی جب ضروری ہو اور اُس وقت اس کے عتاب سے بچ نکلنا ناممکن ہوتا۔ یہ سرد مہری ہی محل میں اس کے خوف کی وجہ تھی۔

"اچھا۔۔۔اب آپ جائیں اور اسے میرے پاس بھیجیں۔" حاجرہ جھک کر فوراً باہر نکل گئی، جیسے اِس کمرے میں کبھی تھی ہی نہیں۔

ملکہ اب خود کو شیشے میں دیکھ رہی تھی۔اُس نے سامنے رکھا تاج اٹھایا۔وہ تاج خالص سفید سونے کا تھا، آسمانی روشنی اس پر جب بکھرتی تھی، تو لگتا تھا کہ تارے اس میں ہمیشہ کے لیے قید ہو گئے ہوں۔تاج نازک مگر فولاد جیسا مضبوط تھا، بالکل اپنی ملکہ کی مانند۔اس میں گویا ستاروں کے راز مقید تھے۔پریوں کی ملکہ نے اس تاج کو اپنے سر کی زینت بنایا۔تاج پہننے سے اُس کی پہلے سے اٹھی گردن مزید تن گئی، اور وہ باہر کی طرف بڑھی۔اُس کی چال میں اعتماد اور ہلکا سا غرور چھلکتا تھا جو دیکھنے والوں کو مقناطیسی طور پر اپنی طرف کھینچتا تھا۔

چند ساعتوں بعد، ملکہ محل کے باغ میں موجود حوض کے قریب کھڑی تھی جب اُسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

"غانیہ" اُس کا پکارنا تھا کہ نقاب اوڑھے ایک لڑکی حوض کی اوٹ سے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔بال اور چہرا ڈھکا ہونے کے باعث صرف اس کی آنکھیں واضح تھیں، ہیزل آنکھیں جن میں بھورا رنگ سبز کے مقابلے واضح تھا۔ان گول سی بڑی آنکھوں میں بیک وقت معصومیت کے ساتھ چالاکی اور ذہانت چھلکتی تھی۔اس نے نقاب اتارا تو اُس

کے سیاہ رنگ بال واضح ہوئے، جو خاصے لمبے تھے۔غاں بہ نے اپنا ہاتھ تاج کی طرف بڑھایا تو ملکہ ایک قدم پیچھے ہٹی اور اس کے ہاتھ کو تنفر و بیزاری سے جھٹک دیا۔

"دوسروں کا حق چھیننا اچھا نہیں ہوتا، مہارانی۔" غاں بہ کی آواز زہر گھول رہی تھی۔

"حق چھینا نہیں جاتا، غاں بہ۔تاج خود اپنے وارث کو پہچان لیتا ہے۔" ملکہ کی آواز میں مغروریت واضح تھی۔غاں بہ ہنسی، بازو بڑھایا اور آستین ہٹائی۔پھر ملکہ کا ہاتھ زبردستی تھام کر اس کی آستین کھسکائی۔دونوں کی کلائیوں پر بنے پیدائشی نشان عیاں کیے۔ملکہ کے چہرے پر نفرت انگیز تاثر ابھرا۔

ملکہ کی کلائی پر سرخ چاند (فلاور بلڈ مون) اور اس کے اوپر ستاروں سے جڑا تاج کندہ ہوا لگتا تھا، بالکل ویسا جیسا اس نے پہنا تھا۔

غاں بہ کی کلائی پر وہی چاند اور تاج کندہ تھے مگر ساتھ ہی دھندلا سا ستارے کا نقش بھی موجود تھا۔کبھی ایسے لگتا تھا کہ وہ تاج کے نکلتے پروں کو جکڑے ہوئے ہے یا کبھی وہ قلم لگتا، تو کبھی تلوار یا کبھی صرف ایک عام سا ہالہ۔

"وارث کبھی زنجیروں میں نہیں ہوتا، مہارانی۔زنجیریں تو غلاموں کی پہچان ہیں۔" غاں بہ کی طرف سے کاٹ دار انداز میں کہا گیا۔ملکہ کی آنکھوں میں سرد مہری اتر آئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تواب بتایئے مہارانی، کون ہے اصل حقدار؟" وہ طنزیہ ہنسی۔اس بات سے سب واقف تھے کہ 'ملکہ' کو مہارانی لفظ سے نفرت ہے۔

اسی لمحے مؤرخہ آ پہنچی۔ بائیس برس کی وہ لڑکی جس کی آنکھیں کتھئی رنگ کی تھیں، تھوڑی کا گڑھا اُس کی خوبصورتی میں چار چاند لگاتا تھا۔اس کے نورانی چہرے پر بلا کی معصومیت چھائی تھی۔

"آپ کب آئیں؟" پہلے اپنے ساتھ کھڑی ملکہ اور پھر اپنے سامنے کھڑی غاںٔبہ کو خوشی و حیرت سے تکتے اس نے پوچھا۔جب وہ مسکراتی، تو اُس کے بائیں گال پر گڑھا پڑتا تھا۔

"کیسی ہو؟ مہارانی صاحبہ ستاتی تو نہیں؟" جملہ اس قدر نرم سی محبت لیے ہوئے تھا کہ سننے والا بھول ہی جاتا کہ وہی لڑکی ابھی لمحہ بھر پہلے کتنی سخت تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔آپ کیسی ہیں؟ نہیں، ملکہ بہت اچھی ہیں۔ سچی!" مؤرخہ نے اسے یقین دلانے کی ناکام کوشش کی۔

"ہنہ، ٹھیک" ہلکا سا ہنکار بھر کر غاںٔبہ ملکہ سے مخاطب ہوئی۔"اچھا مہارانی میں چلتی ہوں۔ اور ہاں، اس کے معاملے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گی۔" اُس نے مؤرخہ کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ ملکہ نے نزاکت سے اپنی گردن ہلائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دلچسپ ہے، شہر بدر ہونا اور ایسی الجھی بکھری حالت کے باوجود تمہارا غرور نہ چھلکا۔" ملکہ نے غاں بہ کے الجھے بالوں اور مٹی سے اٹے ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے اس کے زخم کو کریدا تھا۔ وہ باہر نکلنے کے غرض سے نقاب درست کرتے ہوئے چہرہ چھپا ہی رہی تھی کہ، اُس کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے اذیت کا سایہ تیر گیا۔ جسے کسی نے محسوس نہ کیا۔

"دلچسپ ہے، اپنے ساتھی کو قتل کی طرف دھکیلنے کے بعد بھی لوگ خود کو برتر مانتے ہیں۔" ملکہ کی آنکھوں میں ضبط کے باوجود سرخ ڈوریں ابھرنے لگیں۔

یہ تلخ مکالمہ اور طول پکڑتا اگر اچانک کوئی وہاں آنہ کھڑا ہوتا۔

"سیاہ..." مؤرخہ کے لب کپکپائے۔ "شہزادہ!"

اس کے گرد و پیش کی حقیقت مٹنے لگی۔ آنکھوں کے سامنے کا منظر مکمل بدل گیا۔

کال کوٹھری کے ایک کمرے سے چیخوں کی آواز آرہی تھی۔ توراہداری سے گزرتی مؤرخہ نے دیکھنے کا سوچا۔ اُس نے کال کوٹھری کی اندھیری راہداری میں قدم رکھا اور آواز والے کمرے کی سمت بڑھی، اذیت ناک چیخیں وقت کے ساتھ بڑھتی جارہی تھی۔

کمرہ تاریک تھا۔ چھوٹی کھڑکی سے جھانکتی مدھم روشنی نے صرف وہ سیاہ آنکھیں دکھائیں جن میں وحشی درندے جیسی بے رحم چمک دہک رہی تھی۔ روشنی کی کچھ کرنیں اس کے ہاتھوں

پر پڑیں، جس میں ایک اوزار تھا، پلاس سے ملتا جلتا لیکن اس سے قدرے بڑا۔اس اوزار کے سرے سے خون ٹپک رہا تھا اور اس کے دانتوں میں ایک ناخن تھا، سامنے کرسی پر نڈھال پڑے قیدی کے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا ناخن۔

قیدی کی پہلا ناخن نکالے جانے کی اذیت کم نہ ہوئی تھی کہ شہزادے نے اوزار دوسرے ناخن کی طرف بڑھایا۔

"مجھے۔۔۔مجھے معاف کر دیں، شہزا۔۔۔شہزادے۔۔۔۔م۔۔۔۔میں دوبارہ یہاں آنا تو کیا یہاں سے گزروں گا بھی نہیں۔"قیدی نے کراہتے ہوئے نقاہت سے کہا۔

"یہ تمہارا دوسرا اور آخری موقع تھا۔جسے تم گنوا چکے ہو۔۔"شہزادے نے قساوت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے بے رحمی سے اس کی انگشت کی انگلی کا ناخن جڑ سے نوچ ڈالا۔کمرے میں قیدی کی دلدوز چیخیں ایک بار پھر بلند ہوئیں۔

"آہ"خوف کے باعث مؤرخہ کی دبی ہوئی چیخ نکلی۔شہزادے نے چہرہ ہلکا سا پیچھے موڑ کر سرد آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"چلی جائیں۔"یخ بستگی سے بھرپور دھمکی آمیز انداز میں کہا گیا۔

وہ بے جان ہوتی ٹانگوں کے ساتھ وہاں سے چلی آئی

مؤرخہ حال میں لوٹی۔ سب کی نظریں شہزادے کی طرف پلٹیں۔ سیاہ رنگ کے شاہی لباس میں ملبوس وہ وجیہ شخص چند قدم کے فاصلے پر آ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بے حسی اور چہرے پر پتھریلی سنجیدگی۔

"تعجب ہے، غاںٔبہ! خوف کا لفظ اب تک آپ کی لغت میں نہیں آیا ورنہ ہمارے رہتے کوئی مطلوبہ قیدی محل کی دہلیز پار کر آئے؟" شہزادے نے سنجیدگی سے کہا۔

"شہزادے، میں نے آپ سے کب درخواست کی کہ مجھ سے نرم رویہ رکھیں؟ آپ کی نرمی میرے لیے احسان نہیں ہے۔" غاںٔبہ نے بیزاری سے کہا۔

"آپ میری نرمی کو میری کمزوری تصور نہ کریں تو بہتر ہوگا، محترمہ" شہزادے نے ہنسی ضبط کی تو اسے دیکھ کر جہاں ملکہ کی آنکھوں میں حیرت ابھری جنہیں وہ چھپا گئی وہیں مؤرخہ نے باقاعدہ ملکہ کے قریب جا کر سرگوشی کی۔

"یہ ہنستے بھی ہیں؟" تجسس بھری سرگوشی۔

اس سے پہلے غاںٔبہ شہزادے کو کوئی جواب دیتی اور ملکہ مؤرخہ کو کچھ کہتی۔

"مؤرخہ! کیا مجھے بتانا پڑے گا کہ شاہی محل میں رہنے کے کیا قوانین ہیں؟ یا آپ چاہ رہی ہیں کہ اب آپ کو صرف لفظوں سے یاد دہانی نہ کروائی جائے۔" اس کی آواز تھی یا کوئی صور

مؤرخہ کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔اس کی نظروں کے سامنے سے وہ سرخ وسیاہ منظر گزرا۔ باغ کا تلخ ماحول بوجھل ہونے لگا۔غاں بہ اور ملکہ کے چہرے پر ناگواری ابھری۔

"جناب شہزادے،اول تو یہ کہ میں آپ کی نرمی کو آپ کی کمزوری نہیں سمجھ رہی بلکہ آپ مجھے بن مانگے اس سے مستفید کر رہے ہیں۔دوم میں آپ کو مؤرخہ سے دوبارہ یوں بات کرتے نہ دیکھوں ورنہ آپ جانتے ہیں کہ میرا نشانہ نہیں چوکتا!" بے تاثر سے انداز میں جواب دیا گیا۔شہزادے نے کچھ کہنا چاہا مگر۔۔۔۔

"شہزادے!" ملکہ کا انداز رعب دار تھا۔"اپنی ہونے والی زوجہ کے سامنے ایک شہر بدر لڑکی سے یوں بات چیت؟ یہ نہ اخلاق ہے،نہ قانون۔یاد رکھیں،یہ رتبہ صرف ہماری نسبت کی وجہ سے ہے ورنہ ہم چاہیں تو لمحے بھر میں آپ قیدی ہو سکتے ہیں۔"

شہزادہ ملکہ کی بات سن کر اپنے خول میں سمٹا۔آنکھوں کا جمود لوٹ آیا۔

"ملکہ،آپ ابھی ہمیں جانتی نہیں ہیں لہذا بہتر ہو گا کہ ہم سے ہمکلام ہوتے ہوئے آپ اپنی حدود کو یاد رکھیں...." سختی سے کہتے جیسے ہی اپنی آنکھوں کو غاں بہ کی طرف موڑا تو وہ وہاں موجود نہ تھی۔اِس پر کہیں اسے حیرت ہوئی اور شاید کہیں نہیں بھی۔یہ غاں بہ کا انداز تھا کہ وہ اکثر یوں غائب ہو جایا کرتی تھی۔

"ورنہ ہم اس امر کو یقینی بنائیں گے کہ آپ نہ اس دنیا کی رہیں اور نہ اُس دنیا کی۔" یہ کہہ کر وہ پلٹا، اور اس کے تیز قدموں کی چاپ فضا میں خوف کی لکیریں چھوڑ گئی۔

****

****

میدان ہر عہدے کے سپاہیوں سے کھچا کھچ بھرا تھا۔ گرد و غبار سورج کی روشنی میں ایسے چمک رہے تھے جیسے سونے کے ذرے ہوا میں بکھر گئے ہوں۔ میدان کے عین وسط میں ایک لڑکی کھڑی تھی، جس کے بال گھنی چوٹی میں مقید تھے. گندمی رنگت اور چہرے پر تیکھے نقوش خوبصورت لگتے تھے۔ دو تلواریں ہاتھ میں اٹھائے کھڑی انہیں مختلف داؤ پیچ سکھا رہی تھی۔

پھر اس نے ایک تلوار کی نوک کو زمین میں گاڑ دیا

زیرک نگاہیں ارد گرد کا جائزہ لینے لگیں۔ نظریں ایک سپاہی پر ٹکی تو مخروطی انگلیوں سے اسے سامنے آنے کا اشارہ کیا۔

لڑکی کی گہری بھوری آنکھیں سورج کی روشنی میں سنہری کرنوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

اُن میں ایک استاد کی سی نرماہٹ کے ساتھ سختی بھی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سپاہی ہنسی ضبط کرتے سامنے آیا، جیسے اسے یقین ہو کہ وہ لمحے بھر میں اسے چاروں شانے چت کر دے گا۔ سپاہی کو ہنسی ضبط کرتے دیکھ لڑکی کے ہونٹوں پر مدھم سی طنزیہ مسکراہٹ ابھری اور معدوم ہو گئی۔

"محافظہ آپ کر لیں گی۔" خواتین سپاہیوں نے نعرہ لگایا تو مرد محافظ مخالف سپاہی کے حق میں نعرہ لگانے لگے۔

یوں یہ لڑائی اب محض تعلیمی مشق نہیں رہی تھی، بلکہ اب مرد و زن کا وقار داؤ پر لگ چکا تھا۔

تبھی ایک سپاہی نے کہا، "کیوں نہ مقابلے کی شرط یہ ہو کہ آپ اپنا ایک ایک ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے باندھ لیں۔ جس کی تلوار پہلے زمین پر گری وہ ہارا ہوا سمجھا جائے گا اور پھر اُسے فاتح کی ایک شرط ماننی ہو گی."

میدان لمحہ بھر کو ساکت ہو گیا۔

سب کی نظریں محافظہ پر جم گئیں۔ محافظہ اور سپاہی نے مسکراتے اس شرط کو تسلیم کیا۔

محافظہ نے گھبرائے بغیر اطمینان سے اپنی بائیں کلائی پیٹھ کے پیچھے لے جا کر باندھ لی۔ اب وہ ایک ہاتھ میں تلوار تھامے کھڑی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر سپاہی کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اب دیکھتے ہیں، محافظ!" اُس نے للکارا اور پوری قوت سے وار کیا۔

"ضرور۔۔" محافظ نے پر اعتماد مسکراہٹ کے ساتھ ہونٹوں کو جنبش دی۔

اگلے ثانیے لوہے کے ٹکرانے کی آواز فضا میں گونجی۔

محافظ نے تلوار سے وار روکا، زمین پر قدم جما کر گھومی، پیر زمین پر جمائے سپاہی کو قوت سے پیچھے دھکیل کر تلوار کی دھار سے فضا میں ایک لکیر کھینچ دی۔

سپاہی یکے بعد دیگرے وار کرتا رہا مگر محافظ ہر بار نہایت اعتماد سے روک لیتی۔ اُس کے انداز میں ایک سختی اور ٹھہراؤ تھا جسے دیکھ کر باقی سپاہیوں کی سانسیں رک گئیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھر اچانک، ایک گھومتی ہوئی جنبش میں اُس نے سپاہی کی تلوار جھٹکے سے زمین پر گرا دی۔

اب اُس کی تلوار کی نوک سپاہی کے گلے کے قریب تھی۔

"یاد رکھو... میدان میں صرف بازو کی طاقت نہیں، عقل کی تیز دھار بھی کام آتی ہے۔ اگر کبھی بھولے تو میدان تمہیں خود یاد کروائے گا۔" اُس نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

میدان لمحہ بھر کو خاموش رہا، پھر یک دم نعروں سے گونج اٹھا:

"محافظ زندہ باد!"

"محافظہ زندہ باد!"

شکست خوردہ سپاہی گردن جھکائے زمین پر بیٹھ گیا، جیسے اپنے انجام کا منتظر ہو۔ میدان میں سکتہ چھا چکا تھا۔ سب کی نظریں محافظہ پر جمی تھیں۔

"تمہاری سزا یہ ہے کہ اب سے تم اپنے سے چھوٹے عہدے پر موجود سپاہیوں کو طاقت کے داؤ پیچ سکھاؤ گے۔"

محافظہ کی پراعتماد آواز گونجی۔

سپاہی نے حیرت سے گردن اٹھائی۔ لمحے بھر کو اس کی آنکھوں میں بے یقینی ابھری۔ ارد گرد کے چہروں پر بھی وہی حیرت تھی یہ بھی کوئی سزا ہوئی؟

محافظہ کی گہری بھوری آنکھوں میں سنجیدگی جھلک رہی تھی اور آواز میں ایک استاد جیسا ٹھہراؤ تھا۔

"تم کمزور نہیں ہو لیکن تمہارا غرور ہی تمہاری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ یہی بات تم انہیں بھی سکھاؤ گے اور خود بھی سیکھو گے۔"

خاموشی کے ساتھ سپاہی نے محافظہ کی جانب دیکھا۔ آنکھوں میں ایسا شکر گزاری کا رنگ تھا جسے الفاظ کی حاجت نہ تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

محافظہ نے اس کی نظر کو پڑھ لیا اور رخ موڑ لیا۔ میدان میں موجود باقی سپاہی بھی آہستہ آہستہ منتشر ہونا شروع ہوئے۔ شور کی جگہ اب میدان میں ایک گہرا سکوت چھایا تھا، ایسا سکوت جو ہر دل پر محافظہ کی بہادری اور ذہانت کی مہر ثبت کر جائے۔

****

****

باغ میں ہوا دوبارہ نرم ہونے لگی تھی، تاہم اس کی ٹھنڈک میں اب بھی ایک انجانی سختی رچی ہوئی تھی۔ درختوں کے سائے ریشمی پردوں کی مانند زمین پر بچھے تھے، اور پرندوں کی چہچہاہٹ بھی جیسے خاموش ہو کر فضا کے بوجھ تلے دب گئی تھی۔ خوف کی وہ پرچھائیاں جو کچھ دیر قبل گہری تھیں، اب مدھم ہو چکی تھیں، البتہ ملکہ کے دل پر وہی بوجھل پن باقی تھا۔

"آپ محافظہ سے کہیں کہ شہر کے دورے کا انتظام کرے۔"

ملکہ کی آواز میں وہ پرسکون گہرائی تھی جو اکثر طوفان سے پہلے آتی ہے۔ مؤرخہ کے دل میں کرب اُبھرا، وہ چاہتی تھی کہ کچھ کہہ کر، ملکہ کے دل کے بوجھ کو سہلائے، مگر لبوں کو جیسے کسی ناگہانی بندش نے سی دیا ہو وہ بنا کچھ کہے پلٹ گئی۔ جاتے جاتے اس نے ایک لمحے کو سوچا،

"کبھی کبھی طاقتور ہونا ہی سب سے بڑی کمزوری کیوں بن جاتا ہے؟"

مؤرخہ کے جاتے ہی ملکہ کا بے تاثر چہرہ غصے کے تاثرات میں ڈھل گیا۔

"اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ مجھ سے یوں بات کرے۔" ملکہ کے دماغ میں خیال ابھرا۔

"میں اِس شادی کو مر کر بھی قبول نہیں کروں گی، بلکہ میرے بس میں ہو تو سب سے پہلا قتل میں اُسی کا کروں!"

اس شہر کا اصول تھا کہ جب کبھی ملکہ یا مؤرخہ کو باہر جانا ہو تو ان کی حفاظت کو ان کے ساتھ شاہی محافظہ اور ان کے گروپ سے کچھ سپاہی جائیں۔ شاہی محافظ اب تک کسی کو منتخب نہیں کیا گیا تھا کیوں کہ قیصرہ خاتون کا ماننا تھا کہ ابھی وہ مخصوص شخص یہاں نہیں آیا۔ لہٰذا، فی الوقت ان کے فرائض بھی محافظہ نبھا رہی تھی۔

وہ مشق کے بعد اپنے گھوڑے کو سہلا رہی تھی۔

"محافظہ!" مؤرخہ کے بلانے پر گھوڑے کے قریب کھڑی محافظہ نے بغیر اُس کی طرف مڑے، گردن ہلا کر اُسے بات کرنے کی اجازت دی۔

"ملکہ کہہ رہی ہیں کہ اُنہیں شہر کے دورے پر جانا ہے۔ انتظام کروائیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جو حکم، آپ جائیں، میں گھوڑے تیار کرواتی ہوں۔" محافظہ کے لہجے سے خفگی جھلک رہی تھی۔ مؤرخہ کی آنکھوں میں نمی چمکی، لیکن وہ ضبط کرتے واپس پلٹ گئی۔ وہ مضبوط تھی، مگر اپنوں کی یہ بے رُخی اُسے تکلیف دیتی تھی۔

محافظہ نے اپنے گھوڑے پر بیٹھے اس کی گردن پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے بدن پر موجود فولادی زرہ بکتر بھاری تھا، لیکن اس کی آنکھوں کی چمک اس سے کہیں زیادہ وزنی تھی۔ اس نے خاموشی سے پلکیں موند کر ایک گہرا سانس اندر کھینچا، جیسے اپنے سینے میں دہکتے غصے کو قید کر رہی ہو۔ لمحہ بھر کو اس کے وجود سے نکلنے والی تپش محسوس کی جاسکتی تھی، پھر وہی تپش ضبط کی برف میں ڈھل گئی۔

اُس نے آنکھیں کھول کر اپنے ساتھ کھڑی سپاہی کو اشارہ کیا کہ وہ ملکہ کو بلائے۔ (محل کے اندر بادشاہ اور شہزادوں کے سوا کسی مرد کا جانا ممنوع تھا۔)

کچھ دیر بعد ملکہ اور شاہی مؤرخہ آئیں تو کچھ لڑکیوں نے انہیں اُن کے سفید گھوڑوں پر چڑھنے میں مدد کی۔ ملکہ نے ایک خوبصورت، پیروں کو چھوتا گہرے سرخ رنگ کا لباس زیب تن کر رکھا تھا، جس پر سونے کی زری کا کام نہایت نفاست سے کیا گیا تھا۔

مؤرخہ نے بھی اسی طرح کا لباس پہن رکھا تھا، تاہم اُس کا رنگ سبز تھا، کچے سیب جیسا سبز اور لباس پر سونے کے بجائے چاندی کی زری کا کام کیا گیا تھا۔ وہ دونوں بیٹھ گئیں تو محافظہ نے محل کے دروازے کھولنے کے لیے اشارہ کیا۔ جب دروازے کھول دیئے گئے تو وہ باہر کو روانہ ہوئیں۔ سب سے آگے چلنے والا گھوڑا محافظہ کا تھا، اُس سے پیچھے ملکہ کا اور اس سے ذرا پیچھے شاہی مؤرخہ کا، اُن کے گرد کچھ اور خواتین گھڑ سوار بھی موجود تھیں اور اُس کے پیچھے مرد گھڑ سوار۔

قافلہ شہر کے وسط سے گزرا۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی دھمک پتھریلی گلیوں میں گونج اٹھی، بچے اپنی ماؤں کے پیچھے دبک گئے اور لوگ رُکوع کی مانند جھکنے لگے۔ تشویش ناک بات یہ تھی کہ وہ لوگ جھکتے ضرور تھے، مگر ان کی آنکھوں میں بغاوت کی سرگوشی صاف نمایاں تھی۔ محافظہ کے چہرے پر آہنی جمود تھا، جیسے وہ سب دیکھ رہی تھی، البتہ اس کی خاموشی واضح کرتی تھی کہ ہر شے سے آنکھیں بند کر رکھنا اس کی مجبوری ہے۔

قافلہ سکون سے رواں دواں تھا۔ یک دم، کوئی شخص سامنے سے اپنے گھوڑے پر تیزی سے آتا نظر آیا۔ شاید، اُس کا گھوڑا بے لگام ہو چکا تھا۔ اس سے پہلے وہ اُن کے قریب آ کر اُنہیں نقصان پہنچاتا۔ اُن کے پیچھے موجود سپاہیوں نے رسیوں کی مدد سے اُسے قابو کیا جس سے گھڑ

سوار پیٹھ کے بل نیچے گرا، محافظہ اُس کی طرف بڑھی،اس افراتفری کو دیکھ ملکہ اور مؤرخہ جو اپنے اپنے گھوڑے پر بیٹھی تھیں۔اس افراتفری کو دیکھ کر گھوڑے سے اترنے لگیں جس پر محافظہ نے انہیں روک دیا۔چند سپاہی اب بھی ان کے اطراف گھیرا کیے ہوئے تھے۔

"کیا تمہیں علم نہ تھا کہ ملکہ یہاں سے گزر رہی؟" ملکہ کی آواز میں اگلے کی روح تک کو جھنجھوڑ دینے والی سختی لیے تھی۔اس سے پہلے وہ کچھ کہتا محافظہ کی سرد اواز گونجی۔

"اِسے قید کر لو۔" کچھ سپاہی اُس آدمی کی طرف بڑھے۔اس سے پہلے، وہ اسے قید کرنے کو اُس کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ دیتے مؤرخہ بول اٹھی...

"اُس سے پوچھ تو لیں کہ گھوڑے کے بے لگام ہونے کی وجہ کیا تھی۔" وہ محافظہ سے گویا ہوئی۔

"اسے بندی بناؤ اب کیا ہمیں اپنی بات بار بار دہرانی پڑے گی۔" مؤرخہ کی بات سن کر جو چہک گوئیاں شروع ہوئی تھیں ملکہ کی سخت آواز پر تھم گئیں۔

سپاہی اس شخص کو رسیوں سے باندھ چکے تھے۔ محافظہ نے اُسے اُسی کے گھوڑے پر باندھ کر بٹھا کر محل لانے کا حکم دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"قیدی کو اس کے گھوڑے سے باندھ کر زمین پر چھوڑ دیا جائے تاکہ گھوڑا جب چلے تو قیدی کو اندازہ ہو کہ اس نے کیا کیا ہے۔" ملکہ نے ایک اور حکم صادر کیا۔

"لیکن ملکہ۔۔۔۔۔" محافظہ نے کچھ کہنا چاہا۔

"ملکہ ہم ہیں نہ کہ آپ!" ملکہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

جو سپاہی محافظہ کی بات پر رکے تھے۔ ملکہ کے حکم نے انہیں آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا۔ ملکہ نے اپنا گھوڑا واپس محل کی طرف موڑ لیا، چونکہ اُن کا رُخ واپس محل کی طرف تھا، لہٰذا تمام محل والوں کو چار و ناچار ان کی تقلید کرنی پڑی۔

ملکہ اور مؤرخہ کے گھوڑے ایک ساتھ چل رہے تھے۔ محافظہ کا گھوڑا ان کے قریب آ کر ان کے ہمراہ ہوا۔

"آپ کو اندازہ بھی ہے کہ آپ نے کیا کیا ہے؟ ہم پہلے ہی ظالم مشہور ہیں اور آپ یوں کر کے ان افواہوں کو یقین میں بدل رہی ہیں۔" محافظہ نے ملامتی انداز میں کہا۔

"اُس شخص کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ جو اس نے آپ کو دیکھ کر چھپانے کی غرض سے دور پھینکا۔ ہم تنہا ہوتے تو وہ یقیناً ہمیں مار دیتا۔" ملکہ نے سنجیدگی سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اِس بات کی سزا میں اسے محل پہنچ کر دینے والی تھی۔آپ نے ٹھان رکھی ہے کہ میری نہیں سننی، لیکن کم از کم اس بات کا خیال کریں جس کا خیال کرنا چاہیے۔۔۔"

"کیا مطلب؟" جہاں مؤرخہ تذبذب کا شکار ہوئی وہیں ملکہ نے نخوت سے گردن کو جھٹکا دیا۔

"ان میں سے آدھے لوگ نہیں چاہتے ہماری حکومت ان پر قائم ہو، خدا کا واسطہ ہے اپنی ملکہ ہونے کے غرور کو تھوڑا پرے رکھ کر حقیقت کو دیکھیں اور سمجھیں۔" محافظہ کا گندمی چہرہ تپش کے باعث تمتما رہا تھا۔

"مگر یہ تو عرصے سی چلا آرہا ہے۔انسان ہی حکومت کرتے ہیں!" مؤرخہ گویا ہوئی۔

"کوئی ہمیں کچھ نہیں کر سکتا۔" یہ کہنے والی ملکہ تھی۔

"ہاں کوئی کچھ نہیں کر سکتا، مگر یہاں کے رہنے والے اُس بد دعا کو لے کر پریشان ہیں، تبھی وہ ہماری حکومت نہیں چاہتے! اور اِس پر آپ کا یہ انداز..... خدارا، عقل سے کام لیں!"

محافظہ نے اب کی بار اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیا۔

"ہنہہ" ملکہ نے یوں کہا جیسے یہ کوئی بڑی بات نہ ہو۔

تبھی مؤرخہ نے تعجب سے پوچھا، "وہی جو غاں بہ کی صورت میں پوری ہو سکتی اور انہیں کیا اب تک یہی لگتا ہے؟"

"ہاں ان کے مطابق ہم اُس سے ملے ہوئے ہیں اور بدلہ لیں گے۔اب اس بات کو ختم کریں آپ دونوں!" ملکہ نے شانِ بے نیازی سے انہیں مزید بات کرنے سے روک دیا۔

یہ ساری حرکت ایک گھر کی چھت سے ایک غیر مرئی نگاہ دیکھ رہی تھی۔

ملکہ کو معلوم تھا کہ محافظہ بے شک اُن سے خفا ہو، تاہم وہ یہ برداشت نہ کرتی کہ ان میں سے کسی پر آنچ آئے۔ کیوں کہ وہ چاروں کبھی ایک دوسرے کو بہت عزیز رکھتی تھیں، لیکن اگر وہ اتنا ہی عزیز رکھتی تھیں تو پھر یہ سب کیسے ہوا آخر؟ کیا قصور ملکہ کا تھا؟ محافظہ کا؟ مؤرخہ کا؟ یا غاں بہ کا؟

ملکہ کا یہ قافلہ نظروں سے اوجھل ہوا تو چھت پر موجود نقاب پوش شخص پیچھے کو ہوا۔ نقاب آہستگی سے سرکانے پر غاں بہ کی ہیزل آنکھیں دھوپ میں چمک اٹھیں۔ وہ نظریں دور جاتی محافظہ پر جمی تھیں۔ ہیزل رنگ آنکھیں، گول چہرا ہلکے سے بھرے بھرے گال۔ ہونٹوں کے نیچے موجود تل، بلاشبہ اس کا حسن قابلِ تعریف تھا۔

"کیسی ہیں آپ محترمہ؟" بھاری دلکش سی مردانہ آواز ماحول میں گونجی۔

"یہاں بھی آ گئے آپ؟" غاں بہ پلٹی تو سامنے سیاہ آنکھوں والا پرکشش شخص موجود تھا۔ وہ مسکراتی گہری نظروں سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جہاں آپ، وہاں ہم۔" اب کہ وہ شخص اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں کندھے تک لے گیا اور ہلکا سا جھکا۔

"مجھے علم نہیں تھا کہ شہزادہ بننے کے بعد بھی محترم اتنے فارغ ہوں گے۔" غاںٔبہ نے طنزیہ کہا تو سامنے موجود شخص محفوظ انداز میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ نجانے وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر کیسے رہ سکتی تھی؟ سیاہ گھنگھور آنکھیں، گندمی چہرے پر پرکشش نقوش اور خفیف سی مونچھوں اور داڑھی والے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ جو صرف اسے دیکھ کے سامنے آتی تھی ورنہ وہ شخص نہایت ظالم مشہور تھا۔

"آپ کی یہ صاف گوئی کسی دن مجھ سے کسی کا قتل کرائے گی۔"

"کسی کا کیوں، اپنا کیوں نہیں؟" مسکراتے ہوئے کہتے وہ اب ایک چھت سے دوسری چھت پر چھلانگ چکی تھی۔ چھتوں کی دیواریں زیادہ لمبی نہ ہونے کے باعث یہ کرنا آسان تھا۔ شہزادہ اس کے پیچھے کو لپکا اور اب تیزی سے اس کے ساتھ ساتھ چلتے گویا ہوا۔

"یہ نہ سوچیں محترمہ، ابھی تو آپ نے ہماری پیشکش کا 'ہاں' میں جواب نہیں دیا۔"

غاںٔبہ نے دائیں آنکھ کی ابرو اٹھا کر اسے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو، اتنی خوش فہمی؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"محترم، شہزادہ بنتے ہی آپ کی عقل جواب دے گئی ہے کیا؟ آپ کی شادی تو ملکہ سے ہونا مقصود ہے اور مدد آپ مجھ سے مانگ رہے ہے؟" سنجیدگی سے کہا گیا۔

"ملکہ؟ نہ ہمیں ملکہ سے خاص سروکار ہے اور نہ آپ سے۔ خیر، آپ کے ساتھ کام کیا جا سکتا ہے محترمہ، اگر آپ ہاں کر دیجیے۔" شہزادے نے شانِ بے نیازی سے کہا۔

"میں جا رہی ہوں، آپ بھی جا کر کسی اور کا سر کھائیے۔" گویا یہ صاف انکار تھا۔

"مگر کہاں؟" سوال ہوا۔

"آپ سے مطلب؟" یہ کہہ کر وہ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

شہزادہ اس کے انداز پر ہلکا سا ہنسا پھر مدھم آواز میں کہا "آپ کے سارے مطلب ہم سے ہی تو ہیں۔" وہ جانتا تھا کہ ان کا ایک دوسرے کا ساتھ دینا ان کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا اور اس مقدر کو وہ چاہ کر بھی نہیں بدل سکتے تھے۔ اب وہ پلٹا تو اس کے چہرے سے نرمی کے تاثر غائب ہو چکے تھے۔

چند لمحے بعد، بازار کی ہلچل اور شور کے بیچ، ایک سیاہ گھوڑا نمودار ہوا۔ اس پر شہزادہ سوار تھا۔ نگاہیں رات کے اندھیروں کی طرح گہری تھیں اور چہرے پر سنجیدگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شہزادے کے گزرنے پر لوگوں کے کام کرتے ہاتھ ساکت ہوئے۔ فضا میں ایک عجیب سا سکوت پھیل گیا تھا۔ لوگ دبے دبے قدم پیچھے ہٹتے، نظریں جھکاتے جاتے جیسے اس۔ کی آنکھوں کا سامنا کرنے کی تاب نہ رکھتے ہوں۔

وہ "سیاہ شہزادہ" چند وجوہات کی بنا پر کہلاتا تھا۔ اول، اس لیے کہ اس کی آنکھوں میں ہر پل ایک یخ بستہ سا تاثر رہتا تھا، جو دیکھنے والے کو اندر تک منجمد کر دیتا۔ وہ نگاہیں جیسے بنا بات، فیصلہ سنا دیتی تھیں۔

دوم، اس لیے کہ اس کی سزائیں نہایت سفاک و بے رحم ہوتی تھیں۔ کہا جاتا تھا کہ اس کے سامنے کسی کی گردن جھکنے میں دیر لگتی ہے، مگر کسی کی سانس رکنے میں لمحہ نہیں۔

شہزادے کے لیے ایک پیشن گوئی ہر زبانِ عام پر تھی کہ وہ بادشاہ بنتے ہی بے حد قلیل مدت میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اس طرح وہ نہ صرف اپنی سزاؤں کی وحشت سے لوگوں کے دل دہلاتا، بلکہ اس کے ساتھ ہی وہ اپنی آنے والی موت کی نحوست کا سایہ بھی ہر جگہ ساتھ لیے پھرتا تھا۔

****

****

محل کی زمینی کالکوٹھری میں گھپ اندھیرا تھا۔ نم زمین اور دیواروں سے ٹپکتی نمی کی بُو۔ تبھی زنجیروں کی مدھم سی کھڑکھڑاہٹ کے بیچ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی سیڑھیاں اُتر رہا تھا۔ آگے ہاجرہ تھی، ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل، اور پیچھے ملکہ، جس کا رعب اندھیرے کو بھی چھو رہا تھا۔

وہ دونوں ایک جیل نما کمرے تک پہنچیں۔ ہاجرہ نے دیوار میں نصب خالی خانے میں مشعل رکھ دی تو زرد روشنی نے قیدی کے چہرے کو اُجاگر کیا۔

ملکہ آگے بڑھی، اُس کی نظریں یخ تھیں۔

"کس نے بھیجا تھا؟"

قیدی خاموش رہا، جیسے بے ہوش ہو۔ ملکہ نے ہاجرہ کو اشارہ کیا۔ اُس نے پانی سے بھرا برتن زور سے قیدی کے منہ پر دے مارا۔ وہ چونک کر غیر متناسب تنفس کے ساتھ ہوش میں آیا۔ سانس بحال ہونے کے باوجود قیدی کی نظریں فرش پر جمی رہیں، لب خاموش۔ ملکہ نے سر جھکایا، ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر اُتری، پھر گردن اُٹھائی اور ہاجرہ کو جانے کا اشارہ کیا۔ ہاجرہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ملکہ کے سختی سے کیے گئے اشارے پر خاموشی سے پلٹ گئی۔

ملکہ دوبارہ قیدی سے مخاطب ہوئی، اِس بار اُس کے لہجے میں سختی پہلے سے زیادہ تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اب بتاؤ۔۔۔ کس نے بھیجا تھا تمہیں ؟"۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹے سے نوکیلے خنجر کو اپنے اور قیدی کے درمیان حائل لوہے کی سلاخوں پر مارا جس سے ناخوشگوار آواز پیدا ہوئی۔

قیدی نے بمشکل گردن اُٹھائی۔ لمحہ بھر میں ملکہ کی آنکھیں اُس کی آنکھوں میں پیوست ہو گئیں۔ وہ آنکھیں غیر انسانی لگتی تھیں۔ ان میں ایسی غیر مرئی قوت تھی جس نے قیدی کے حواس کو جکڑ ڈالا۔ وہ خود کو بے بس اور ناتواں محسوس کرنے لگا۔ جیسے اس کا خود پر سے اختیار چھن گیا ہو۔

"”کس نے بھیجا تھا؟“

”نور جہاں خاتون نے۔“ قیدی نے بے تاثر انداز میں کہا۔ اس کا چہرہ ایک مردہ انسان سا لگتا تھا جو خود پر سے اختیار کھو چکا ہو۔

”کیوں ؟“

”مؤرخہ کو مارنے...“

”کیوں ؟“

”مجھے نہیں معلوم ......بس یہ کہا تھا کہ وہ جوڑے رکھنے کی وجہ ہے...“

"اور کچھ جو جانتے ہو؟"

"کچھ نہیں..."

"ملکہ نے آنکھیں آہستہ سے بند کر کے دوبارہ کھولیں، جس سے اُس کے جادو کی گرفت ٹوٹی، قیدی ایک بار پھر سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ زنجیروں کا سہارا نہ ہوتا تو اس کا چہرہ پتھریلے فرش کی وجہ سے مسخ ہو چکا ہوتا۔ بیچارہ یہ بھی نہ جان سکا کہ جس راز کو محفوظ رکھنے کی قیمت اُس کا پورا خاندان تھا، وہ راز وہ خود اپنی زبان سے اُگل چکا ہے۔ یا پھر یہ صرف ملکہ کی خوش فہمی تھی؟

ملکہ پلٹی ہی تھی کہ کالکوٹھری کی ہوا بوجھل ہونے لگی۔ دروازے پر ایک سایہ ابھرا۔ قدموں کی چاپ نہیں سنائی دی، مگر فضا میں دباؤ یک دم بڑھ گیا۔

وہ غاں بَہ تھی۔ نقاب میں چھپا چہرہ، آنکھوں کی چمک اندھیرے کو چیرتی ہوئی۔ مخفی لبوں پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ، جیسے وہ کوئی قیمتی راز جانتی ہو۔

"دلچسپ..." اُس نے آہستہ کہا۔ "ایک ملکہ، قیدیوں سے راز چھیننے کو جادو کا سہارا لے۔ چیچج، عام لوگوں پر جادو کا زیادہ استعمال آپ کی کمزوری کو دکھاتا ہے، نہ کہ طاقت کو۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ملکہ کی سرد اور ناپسندیدگی بھری نگاہ اُس پر اٹکی۔ایک ساعت کو دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔

فضا میں ایسی کشمکش دوڑ گئی جیسے در و دیوار نے سانس روک لی ہو۔

ملکہ کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"تاج اُن کا نہیں ہوتا جو صرف چاہ لیں، غاں بہ، بلکہ یہ اُن ہاتھوں کو قبول کرتا ہے جو زنجیروں کی قید کے باوجود اُس کا بوجھ اُٹھا سکیں اور تمہارے زنجیر زدہ ہاتھ اب تک اپنی بقا کی جنگ تک نہ جیت سکے۔زنجیریں جب قید بن جائیں تو وراثت نہیں مل پاتی۔"

وہ ملکہ کی آنکھوں میں سیدھا دیکھتی رہی، پھر عجیب طنزیہ مسکراتے ہونٹوں سے کہا"ہم دیکھتے ہیں، مہارانی، آپ کا تاج کب تک آپ کا ساتھ دیتا ہے۔"

(وہ نقاب درست کرتے ہوئے خاموشی سے پلٹ گئی۔)

ملکہ نے کوئی جواب نہ دیا، بس اپنی گردن اُچکائی اور آنکھیں ایک انداز میں گھماتے پلٹ گئی۔

جیسے کہہ رہی ہو"جو کہنا تھا کہہ چکی، باقی تاج تمہیں خود جواب دے گا۔"

محافظہ جو اس وقت اپنی آرام گاہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔اس کے قریب مؤرخہ آ کھڑی ہوئی۔

"بولیں۔"آواز میں وہی پرانی سختی۔

"کیا آپ مجھ سے خفا ہیں؟" مؤرخہ کے لہجے کی نمی محسوس کرتے محافظہ کی سختی فوراً جھاگ کی مانند بیٹھ گئی۔

"نہیں، بچے۔" اُس نے اشارے سے اُسے قریب بلایا اور اُس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

"یوں سختی نہ کیا کریں..... دل دکھتا ہے۔" مؤرخہ کی نم آواز میں کی گئی سادہ شکایت نے فضا میں اداسی گھول دی۔

"معاف کرنا، بچے۔" محافظہ نے بوجھل لہجے میں کہا۔ "بس دل نہیں مانتا تمہارا ملکہ کے ساتھ ہونا۔ جانے کیوں تمہیں وہ صائب دکھتی ہے، حالانکہ اُس نے غاں بہ۔۔"

"مگر..... آپ اُن کی بات....." مؤرخہ نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے لب کھولے ہی تھے کہ محافظہ نے اسے ٹوک دیا۔

"اگر مگر کچھ نہیں۔ تم مجھے اس بات پر قائل نہیں کر سکتیں، بچے۔ میں صرف اس لیے مان گئی ہوں کہ تمہارا یوں غمگیں ہونا مجھے گوارا نہیں۔" یہ کہتے وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

مؤرخہ پیچھے خاموش کھڑی رہی۔ اُسے بخوبی علم تھا کہ مزید کچھ کہنا لاحاصل ہے۔

ملکہ اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ آخر وہ عورت جسے کبھی وہ سب ماں کہہ کر پکارتی تھیں۔ ایسا حتمی قدم کیوں اُٹھائے گی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مؤرخہ کمرے کی خاموشی میں دل کی تھکن کو سمیٹے پلکوں پر نمی کا بوجھ لیے خود کو نیند کے حوالے کر چکی تھی جبکہ محافظہ کے کمرے میں اس وقت غاںٔبہ موجود تھی۔

"میں نہیں چاہتی کہ آپ مؤرخہ سے سختی کریں۔ ملکہ سے جھگڑا اپنی جگہ، مگر مؤرخہ تو ہماری چھوٹی بہن کی طرح ہے۔"

غاںٔبہ کے لہجے میں نرمی تھی۔ محافظہ نے اُسے تنبیہ کرتی نظروں سے دیکھا۔

"میں زیادہ کچھ نہیں کہہ رہی۔ ویسے بھی، یہ نرمی میں صرف مؤرخہ کے لیے چاہتی ہوں، ملکہ کے لیے نہیں۔"

یہ کہتے وہ کمرے سے باہر نکلی۔ راہداری سے ایک سپاہی گزر رہا تھا۔ اُس نے غاںٔبہ کو وہاں دیکھا تو جلدی پلٹا تاکہ ملکہ کو خبر دے سکے کہ وہ محافظہ کے کمرے میں موجود تھی۔

اس پر نظر پڑتے غاںٔبہ نے اپنی پشت پر بندھی ترکش سے کمان اتاری، کمان میں تیر چڑھایا اور پلک جھپکتے ہی ہدف سادھ لیا۔ جیسے یہ سب اُس کی دوسری فطرت ہو۔ تیر چھوڑا تو وہ کمان سے نکلتا برق رفتاری سے سپاہی کے سر کا چھوتا ہوا شیش محل کی دیوار میں گھپ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شیشے کے چند چھوٹے ٹکڑے نیچے گرے۔دیوار پر خون کی چھینٹیں ثبت ہوئیں۔سپاہی کے سر سے گوشت کا ایک ننھا سالوتھڑا زمین پر لگا۔وہ خود بھی اوندھے منہ فرش پر گرا۔

ابھی یہ فیصلہ بھی نہ ہو پایا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا، کہ غاںٔبہ نے دوسرا تیر چلا دیا۔سنسان راہداری کی فضا میں پہلے تیر چھوڑے جانے کی آواز پھر سپاہی کی کراہ ابھری۔اور پھر، خاموشی اور اندھیرے نے یہ سب لمحات اپنے اندر مدفن کر لیے۔ایسے میں اپنی آرام گاہ کی کھڑکی کے پاس موجود محافظہ کی گہری بھوری آنکھیں(جو دور سے سیاہ لگتی تھیں)اور راہداری کے قریب باغ میں ٹہلتے شہزادے کی سیاہ آنکھوں سے یہ منظر چھپا نہ تھا۔ایک کی آنکھوں میں تاسف تو دوسرے کی آنکھوں میں فخر تھا۔

ایک ثانیے بعد محافظ پہرے کی خاطر راہداری میں پہنچے۔ان کی آنکھوں میں ان کے قدموں کے نیچے خون کی چپچپاتی باریک دھار کو دیکھ حیرت ابھری۔ نظروں نے خون کا تعاقب کیا تو اس سے زرہ فاصلے پر ایک سپاہی اوندھے میں پڑا نظر آیا۔ارد گرد دیکھنے پر شیشے کی دیوار میں پیوست تیر،خون کی بچھتی دھار میں شیشے کے ٹکڑوں کی ملاوٹ دکھی۔ہوا میں تازہ خون کی بُو تیر رہی تھی۔

مگر غاںٔبہ...وہاں موجود نہ تھی۔

بس خالی راہداری اور لرزتے سائے باقی تھے۔

اندھیروں نے جیسے سرگوشی کی۔

"سنگ دِل دل آخر کب تک دھڑکتے رہتے ہیں؟"

محافظہ پیروں کی دھمک سن کر فوراً باہر آئی۔

اُس نے ایک نظر فرش پر پڑے نیم جاں سپاہی پر ڈالی، پھر کڑے لہجے میں کہا،

"فوراً اُسے طبیب کے پاس لے جاؤ۔"

پھر قریب کھڑی ایک سپاہی کو اشارہ کیا، "یہاں کا خون اور گندگی صاف کرواؤ، ابھی۔"

سپاہی حکم بجالانے کو پلٹنے لگے تو اُس نے ان کو روک کر آہستگی سے مگر دباؤ بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ واقعہ فی الحال کسی کے سامنے زبان پر نہ لایا جائے۔ اس کی تہہ تک میں خود پہنچوں گی اور تب تک یہ راز تمہارے سینوں میں قید رہنا چاہیے ورنہ تم قید کر دیئے جاؤ گے۔"

انہوں نے سر جھکائے اور تعمیل میں سر ہلائے، جبکہ محافظہ کا چہرہ مطمئن لگتا تھا۔ اب وہ نیم جاں حالت میں گرے وجود کو طبیب کی طرف لے کر جا رہے تھے اور خادمائیں خون صاف کر رہی تھیں۔ محافظہ نے آخری بار راہداری پر ایک گہری نظر ڈالی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا،تاہم ایک بات واضح تھی۔

"یہ ناممکن ہے کہ محافظہ کے ہوتے غاںٔبہ کو کوئی پکڑ سکے۔"

****

****

یہ منظر ایک چھوٹے مگر نفاست سے سجائے گئے کمرے کا ہے۔کمرے کی بائیں دیوار کے ساتھ ایک آرام دہ کرسی رکھی تھی۔جس پر ایک ضعیف عورت ہاتھوں میں شال بُننے کا سامان تھامے بیٹھی ہے۔دروازہ آہستہ سے کھلا تو ان کے نرم چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھری، گویا وہ آنے والے قدموں کو پہچان چکی ہوں۔

آنے والا وجود خاموشی سے ان کے پیچھے آیا اور اپنی ہتھیلیوں سے ان کی آنکھیں ڈھانپ لیں۔

"کیسی ہیں فیری گوڈمدر؟" کھنکتی ہوئی آواز میں شرارت جھلک رہی تھی۔

"غاںٔبہ، کتنی بار کہا ہے مجھے اس نام سے نہ پکارا کرو۔" ان کی آواز بھی ان کے چہرے کی طرح شفیق تھی۔

"مگر آپ پر یہ نام جچتا ہے۔" غاں بہ اب ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی اور اُس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا۔ جیسے ہی اس نے سر رکھا، بزرگ عورت نے شفقت سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔

"تو.... تم آ ہی گئیں۔"

"مجھے آنا ہی تھا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"سب سے ملاقات ہو گئی؟"

"جی ہاں... مگر کیا میں واقعی وہ سب کر سکوں گی؟"

"یقیناً، تبھی تو یہ ذمہ داری تمہیں سونپی گئی ہے۔"

"اگر نہ کر پائی تو؟"

"اگر کر پائی تو؟"

غاں بہ کے لبوں پر ہلکی مسکراہٹ ابھری۔ "آپ مجھے مقابلہ کرنے پر برانگیختہ کر رہی ہیں۔"

"میں تمہیں یہ احساس دلا رہی ہوں کہ تم کر سکتی ہو اور مجھے تم پر پورا یقین ہے۔" ان کے لہجے میں ایک ماں کی شفقت اور استاد کا اعتماد جھلکتا تھا۔

غاںٔبہ نے ایک گہری سانس لی، جیسے کندھوں پر لدا بوجھ کچھ ہلکا کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "سب بہت مشکل ہے..."

"آسان ہوتا تو اس کا اجر اتنا خاص نہ ہوتا۔" وہ نرمی سے بولیں۔

وہ باہر کی دنیا کو زیر کر لیتی تھی، مگر ان کے سامنے ہمیشہ ہار جاتی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں اتنی اچھی نہیں ہوں..."

"میں نے کب کہا کہ تم بہت اچھی یا نرم دل ہو؟ تمہاری آنکھیں شدید ظالم ہیں اور وہیں یہ جھلکتا ہے کہ تم کیسی ہو۔" ان کی باتوں میں وہ سچائی تھی جو صرف ایک جاننے والا ہی کہہ سکتا ہے۔

ایسی باتوں کے درمیان، ان کی پُر شفقت گود میں، جانے کب نیند نے غاںٔبہ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

محافظہ اپنے کمرے میں مستقبل کا لائحہ عمل سوچتے سوچتے نیند کی وادیوں میں اتر چکی تھی۔

مؤرخہ بھی اپنے حصے کی تھکن کے آگے ہار مان کر سو رہی تھی۔

آج کی رات اپنی تمام تر بے چینی کے باوجود، ان سب کو پر سکون نیند کا تحفہ دے گئی تھی۔

****

****

اگر ہم تخت اور تلوار کی داستانوں سے نکل کر، زمان و مکان کی سرحدیں عبور کر، وقت کے دھارے کے سنگ حقیقی دنیا میں آئیں۔

پندرہ مارچ دو ہزار تیئیس ~°

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

روشنیوں کا شہر، کراچی۔ ساحلِ سمندر سے اُٹھتی نم ہوا، چند منٹ کے فاصلے پر موجود عمارت کی شیشے کی دیواروں سے ٹکرائی اور اپنی نمی اُن میں جذب کر گئی، ساتھ ہی سورج کی کرنیں ان شیشوں پر قوس و قزح کے رنگ بکھیر رہی تھیں۔

سفید شلوار قمیض اور ہم رنگ دوپٹے کے اوپر سیاہ وکیلوں کا کوٹ پہنے کوئی تیز قدموں سے اس نیوز چینل کی عمارت میں داخل ہوا۔ لہروں سے سیاہ بال آدھے کھلے اور آدھے کلپ میں

مقید تھے۔اس کے تیز چلنے سے بال ذرا ڈھیلے ہو کر جھٹکے سے کندھوں کے اوپر اٹھے اور لمحے بھر کو ٹھہر گئے۔

جو بھی اسے آتا دیکھتا،احتراماً سلام کرتا گزرتا اور وہ،غصّے میں ہونے کے باوجود،دھیمی آواز میں جواب دیتی۔مدھم لہجے کے باوجود آنکھوں کی سختی ایسی تھی کہ کوئی اس سے مزید بات کرنے کی جسارت نہ کرتا۔

ایک آفس روم کا دروازہ اس نے تقریباً توڑ ڈالنے والے انداز میں کھولا۔دروازے کے قریب دیوار پر ایک چھوٹی سی نفیس تختی آویزاں تھی:

Zunair Hamdan-Investigative Journalist

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اندر،گہرے سبز رنگ کمرے کی میز کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھے اپنے کام میں مصروف شخص کے ہونٹ ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھلے،جیسے اسے اِس آمد کی ہی توقع تھی۔وہ تیزی سے اندر آئی اور دونوں ہاتھ برہمی سے ٹیبل پر رکھ دیے۔

"یہ کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے تم نے،زُنیر حمدان!"

جب وہ سخت غصّے میں ہوتی تو زُنیر کو پورے نام سے پکارتی تھی۔

"میں نے کیا کیا ہے، مرجان عبید؟ ذرا وضاحت تو کریں۔"

یہ کہتے ہوئے کھڑکی سے آتی سورج کی کرنوں کے باعث چاندی کے ورک سی دمکتی سرمئی آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔

"جس کیس کو میں ہینڈل کر رہی تھی، تمہیں کیا ضرورت تھی، اس کے قتل کی سی-سی-ٹی-وی فوٹیج وائرل کرنے کی؟ مجھے پہلے ہی علم تھا وہ شخص جھوٹا ہے، میں اُس پر ویسے ہی قابو پانے والی تھی۔" اس کے اندر کا لاوا ابلنے کو بے تاب تھا۔

"بلا، بلا، بلا....!" زُنیر نے گویا اس کی نقل اتاری۔

"میں آپ کے ہر لائحۂ عمل سے واقف ہوں، پراسیکیوٹر صاحبہ۔ آپ جو بھی کرتیں، آپ کے قانون کو دیر لگ جاتی اور یہاں دیر کا مطلب ہے ملزم کی رہائی۔ یہ مجھے پسند نہیں۔"

"مجھے میرے انداز میں کام کرنے دیں، جرنلسٹ صاحب۔ میرا کیس، میرا کورٹ روم، میری حکمتِ عملی۔ تم کون ہوتے ہو مداخلت کرنے والے؟" اس کی گہری بھوری آنکھیں غصے کے باعث سیاہ سی لگتی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہی... جس کے گھر میں 'آپ' رہتی ہیں۔اور ویسے بھی، آپ کیا کر لیتیں؟ وہی پیشیاں، وہی تاریخ پر تاریخ اور آخر میں وہ چھوٹ جاتا۔ یہاں امیروں کے لیے قانون کا ترازو مختلف ہے۔"

زُنیر نے پہلا اور آخری جملہ سرگوشی کے سے انداز میں کہا اور یہ لگا تیر سیدھا نشانے پر۔

مرجان کے ہاتھ آپس میں جُڑ کر مکے کی صورت میں ٹیبل پر پڑے۔ سرخ انگارا آنکھیں سامنے بیٹھے مرد پر گاڑے وہ بولی تو اس کی آواز برہمی کے باعث قدرے تیز تھی۔

"قوانین تمہیں خوش کرنے کے لیے نہیں بنے، انصاف کے تحفظ کے لیے بنے ہیں۔

Break them in my court again, Zunair, and I'll break you with them!"

(میری عدالت میں انہیں دوبارہ توڑو گے، زُنیر، تو انہی قوانین سے میں تمہیں توڑ ڈالوں گی!")

زُنیر نے کندھے اچکائے، نگاہیں چمکیں۔

"اور یقین کریں، میں آپ کے اسٹیج کے سامنے جھکنے کو نہیں بنا۔

For me, justice delayed is justice denied."

(میرے نزدیک انصاف میں تاخیر، انصاف سے انکار ہے۔)

اسی لمحے اس کا جونیئر دستک دے کر اندر داخل ہوا۔

"معذرت سر لیکن نیازی صاحب آپ کو جلدی بلا رہے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ فوراً نکل گیا۔

("کون ان دو جنگلیوں کی لڑائی میں پڑ کر خود کو زخمی کروائے۔ اکھاڑ کے سامنے اکھاڑ ہو تو نقصان صرف بیچ میں کودنے والے کا ہوتا ہے۔" باہر سے دروازہ بند کرتے وہ صرف سوچ سکا۔

"کیا ہوا جنید؟"

"کیا ہونا ہے، یار؟ میم پھر غصّے میں ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے آج سر کا ایک آدھ ہاتھ ٹوٹ کر ہی رہے گا۔"

"چچ... میم کی غلطی نہیں، قصور تو سر کی حرکتوں کا ہے۔")

زُنیر نے سنجیدگی سے مرجان کی طرف دیکھا۔

"مس پراسیکیوٹر، مجھے جانا ہوگا۔ براہِ کرم آپ بیٹھیں اور ٹھنڈا پانی پی لیجیے تاکہ آپ کے اندر کا ابلتا ہوا لاوا کچھ تو سرد ہو۔"

یہ کہہ کر وہ سیدھے ہاتھ کی ابتدائی دو انگلیوں کو سیدھا رکھے اور باقیوں کو موڑے ماتھے تک لے گیا اور ان دو انگلیوں کو ہلکی جنبش دی۔

"خدا حافظ، جرنلسٹ صاحبہ۔۔۔" اب وہ اسے مزید تنگ کرنے کے غرض سے بھرپور انداز میں مسکرایا۔ پھر، فوراً کمرے سے نکل گیا۔ اسے جاتے دیکھ مرجان نے اس کی پیٹھ پر پاس رکھا قلم اٹھا کر دے مارنا ضروری سمجھا۔ نشانہ خطا ہونے پر زُنیر کی ہلکی سی ہنسی راہداری میں گونجی۔ بند ہوتے دروازے سے یہ ہنسی سنتی مرجان نے ہاتھ کی مٹھی بنا کر ہونٹوں پر رکھتے خود کو کچھ سخت کہنے سے روکا۔

("بس کردو عمیر، کبھی دیکھا ہے انہیں؟ غصّے میں پتہ ہی نہیں چلتا کب کون سی چیز اٹھا کر دے ماریں!"

عمیر ہلکا سا مسکرایا، "ہنہہ...اتنی بھی بری نہیں وہ۔"

جنید کچھ اور کہنے کو ہوا، لیکن ان کی آوازیں دور جاتے جاتے مدھم پڑ چکی تھیں۔)

زنیر حمدان ہال نما راہداری سے گزرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔اُس کی آنکھوں میں وہی سرمئی چمک جھلک رہی تھی۔البتہ،انداز میں ایسا سکوت اور وقار تھا جو دیکھنے والے کو نگاہیں جھکانے پر مجبور کر دیتا تھا۔

سفید دیواروں پر لگے بلب سے آتی مدھم روشنی اس کے سائے کو طویل کر رہی تھی، گویا ماحول کا ہر گوشہ اس کی موجودگی کو تسلیم کر رہا ہو۔راستے میں آنے والے ملازم سلام کرتے اور خاموشی سے کنارے ہٹ جاتے۔جواب میں انہیں صرف ایک مختصر "ہمم" ملتا۔ایسا بوجھل سا کہ مزید کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

راہداری کے اختتام پر لکڑی کے بڑے دروازے کے اوپر سنہری تختی جگمگا رہی تھی۔

Mr. Niazi-Chief Executive Officer

نیازی صاحب کے کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ کر وہ لمحہ بھر کو ٹھہرا، بازو سیدھے کیے اور دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔

دوسری طرف مرجان اس کے دفتر میں کھڑکی کے قریب کھڑی موبائل کان سے لگائے مدھم آواز اور پُراثر لہجے میں گویا تھی۔۔۔

"ہاں... سب منصوبے کے عین مطابق ہوا ہے۔"

وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوئی، جیسے سامنے والے کو وقت دے رہی ہو۔

"جس ویڈیو کا زنیر تک پہنچنا مقصود تھا، وہ پہنچ چکی۔ اب باقی سب بھی اسی طرح ہو گا، جیسے طے پایا تھا۔ میں کوئی لغزش برداشت نہیں کروں گی۔"

اس کی نظریں کھڑکی کے پار شہر کی بلند عمارتوں پر جا ٹکیں۔ ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کھیل گئی، ایسی جو راز چھپاتی بھی تھی اور آشکار بھی کرتی تھی۔

"تو، مسٹر زنیر حمدان، آپ نے یہ سمجھا کہ عقل و تدبیر کی دنیا صرف آپ تک محدود ہے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کہیں نیازی صاحب، کیسے بلانا ہوا؟" زنیر کے ہونٹوں پر وہی مسکراہٹ لوٹ آئی جو اکثر دوسروں کو الجھانے اور تپش دلانے کو کام آتی تھی۔

سامنے اپنی کرسی پر نیازی صاحب براجمان تھے۔ عمر پچاس کے لگ بھگ، چہرے پر تجربے اور رعب کی جھلک۔ اس دفتر میں ان کے حکم کے خلاف کبھی کوئی نہ گیا تھا لیکن ایک یہ شخص تھا، جو ان کے قوانین کو مذاق بنا دیتا تھا۔

"زنیر، تم نے جو ویڈیو۔۔۔۔"

"کون سی ویڈیو، سر؟" زنیر نے بھولی سی نا سمجھی کے ساتھ پوچھا۔

"وہی ویڈیو جو آج صبح تم نے انٹرنیٹ پر وائرل کی ہے۔" تحمل سے کہا گیا۔

"لیکن اس کے ذرائع تو ابھی نامعلوم ہیں، سر....." اس بار اس نے 'سر' لفظ کو لمبا کھینچتے گردن بھی ہلکی سی لمبی کھینچی، جیسے اسے اس صورتحال سے لطف آ رہا ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نیازی صاحب کی ماتھے کی رگیں ابھر آئیں۔"ولید! میرا بس چلے تو تمہیں فوراً فارغ کر دوں۔تم بخوبی واقف ہو اپنی حرکتوں سے،اور یہ بھی جانتے ہو کہ تمہاری یہ سب بکواس میرا کتنا بلڈ پریشر بڑھا دیتی ہے!"

"سر،میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"زنیر کے لہجے میں ہنوز انکار تھا،تاہم آنکھوں میں وہی ضد بھری چمک واضح تھی۔

نیازی صاحب کا جی چاہا کہ سامنے پڑی فائل اس کے منہ پر دے ماریں اور اس عمارت سے ہی باہر پھینک دیں۔آہ،افسوس انہیں ضبط کرنا پڑا۔

"اگر آپ کو یقین ہو گیا ہو تو میں چلوں،سر؟"

"زنیر،یہ معاملہ سنجیدہ ہے۔اگر انہیں ثبوت ملا کہ یہ۔۔۔"

زنیر اور انہیں بات مکمل کرنے دے؟وہ ان کی طرف ٹیبل پر ہاتھ رکھے ہلکا سا جھکا۔آنکھیں یک دم سنجیدہ ہوئیں۔آواز مدھم مگر کاٹ دار۔

"زنیر حمدان کبھی ثبوت نہیں چھوڑتا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ کہہ کر وہ پیچھے ہٹا۔ کوٹ سے نادیدہ گرد جھاڑی۔

"یہ لیں آپ کی دوا، میں چلا۔" لمحے بھر میں وہ آفس سے نکل چکا تھا۔

پیچھے نیازی صاحب کرسی پر سر تھامے بیٹھے رہ گئے۔ اُن کے دل میں کڑواہٹ اترنے لگی۔

"اب اس نالائق کا پروگرام شروع ہونے والا ہے۔ جس ٹاک شو کی میزبانی اس نے کرنی تھی وہاں ایک اہم شخصیت نے آنا تھا۔ خدا کرے یہ کچھ الٹی سیدھی حرکت نہ کر بیٹھے ورنہ سارا معاملہ بگڑ جائے گا۔"

زنیر اور کوئی الٹی حرکت نہ کرے؟

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

****

روشنیوں کے شہر میں وقت کو وہیں روک کر، اگر ہم اندرونِ لاہور میں قدم رکھیں تو دیکھیں کہ اندرون لاہور کی تنگ مگر زندگی سے بھری گلیوں میں صبح کی روشنی اینٹوں کی پرانی دیواروں سے چھن چھن کر بکھر رہی تھی۔ دیوار پر لگی پیتل کی گھڑی آٹھ بجا رہی تھی. گلی کے نکڑ پر چائے کی کیتلی سے اُٹھتی بھاپ اور پراٹھوں کی خوشبو فضا میں یوں گھلی تھی جیسے شہر کی روح انہی خوشبوؤں سے سانس لیتی ہو۔ تنگ گلیوں سے آگے موجود

قدیم طرز کی بنی حویلی کے سامنے غزل اور مرال اپنی کتابوں کے بیگ کندھوں پر ڈالے کھڑی تھیں۔

مرال کے ہاتھوں میں اردو ادب کی کتاب تھی۔ آنکھوں کی نرمی میں صبح کی نرم دھوپ کی کرنوں کے باعث ہلکی سرخی جھلکتی تھی۔ چہرے پر وہی سادہ سی شائستہ مسکراہٹ جو اس کے مزاج کی عکاس تھی۔

اس کے پہلو میں کھڑی غزل تنی گردن کے ساتھ کھڑی ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔

آنکھوں میں روشنی ایسی تھی گویا سورج کی کرنیں اُن میں قید ہو گئی ہوں۔ قدموں میں ایسا اعتماد گویا پوری دنیا اس کے آگے زیر ہو۔ گہرے نیلے رنگ کا نفیس لباس زیب تن کیے ایک لڑکی کے انداز میں ضد، خود اعتمادی اور طاقت کی جھلک واضح تھی۔

خوبصورت سی سبز فراک اور حجاب میں ملبوس، کتھئی آنکھوں والی لڑکی نے ایمبر آنکھوں والی لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آج بھی تمہاری ہپناٹزم کی کلاس ہے؟ کب ختم ہو گا یہ کورس یار۔۔ایک تو ازہمیر بھائی کو کیا ضرورت تھی یہ کہنے کی کہ وہ چھوڑ آئیں گے؟" لہجے سے الجھن واضح تھی کیوں کہ اسے دیر ہو رہی تھی۔

"ہاں،ابھی تو کورس شروع ہوا ہے،اتنی جلدی کلاسز تھوڑی نہ ختم ہوتی ہیں۔" غزل نے عام سے انداز میں کہا۔

اتنے میں کشادہ حویلی کا بھاری دروازہ کھلا۔اندر سے ایک سفید کار نکلی جس کے ڈرائیور کی نشست پر ازہمیر موجود تھا۔آہنی دروازے کے ساتھ کھڑا ملازم جھک کر سلام کرتا،دونوں کے لیے پچھلی نشست کا دروازہ کھول چکا تھا۔اب گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ماحول کے سکوت کو ازہمیر کی آواز نے توڑا۔

"واپسی کب ہے گڑیا؟" اس کی آواز میں وہی بڑے بھائیوں والی شفقت تھی جو برسوں سے مرال کے لیے مخصوص تھی۔

"بھائی شام چار بجے اور غزل کو بھی ساتھ پک کر کے..." مرال مزید کچھ کہتی مگر غزل نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آج میری کلاس کے بعد مجھے ہپناٹزم کی کلاس کی چند کتابیں خریدنے کے لیے بھی جانا ہے، تو مجھے دیر ہو جائے گی۔" شاید وہ نہیں چاہتی تھی کہ ازہمیر اسے پک کرے۔

مرال نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا، "ہاں بھئی، کل بھی تو تم نے بتایا تھا کہ تمہارے دوست نے کہا ہے تمہاری نظریں ہی کافی ہیں کسی کو زیر کرنے کے لیے۔" مرال کے بات سن کر ازہمیر کی سبز آنکھیں بے اختیار بیک مرر کی طرف اٹھیں جن میں غزل کے چہرے پر ابھرتی فاتحانہ مسکراہٹ کو دیکھتے اُس کے ہونٹ بھی مسکراہٹ میں ڈھلے لیکن نجانے کیوں اسے دل میں ایک خلش سی محسوس ہوئی۔ مگر کس باعث؟ دوست کا تعریف کرنا یا اس تعریف پر غزل کا مسکرانا؟

"اسی لیے تو میں نے یہ کورس چنا ہے۔ پہلے بھی لوگوں کو قائل کرنے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی تھی اور اب تو اس ہلکی سی محنت کی بھی بالکل ضرورت نہیں ہو گی۔" غزل نے بے نیازی سے کہا۔

اس کی بات پر مرال ہنس دی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد سامنے یونیورسٹی کی بلند عمارت نظر آنے لگی، جس کی جدید شیشوں کی کھڑکیاں پرانی لاہور کی فضاؤں میں کسی اور ہی دنیا کی جھلک دیتی تھیں۔۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

غزل اور مرال اتری تو ساتھ ہی ازہمیر بھی اترا۔

"اللہ حافظ" کہتے مرال جلدی سے کلاس کی طرف بڑھی کہ اسے کافی دیر ہو چکی تھی۔

"اللہ حافظ، گڑیا۔" ازہمیر جواب دے کر غزل کی طرف متوجہ ہوا جو اپنے بیگ میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ سیاہ ڈریس پینٹ میں ملبوس شخص نے آستینیں کلائیوں سے ذرا اوپر کو موڑ رکھی تھیں۔ گاڑی سے ٹیک لگائے، بازو سینے پر باندھے، وہ نہایت فراغت اور سکون کے ساتھ سامنے کھڑی لڑکی کے جھنجھلائے چہرے کو دیکھ رہا تھا جو نجانے اپنے بیگ میں کیا تلاش کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی محبت نہ اس نے مخفی رکھنی چاہی، نہ ہی وہ غزل سے مخفی رہی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

لمحہ بھر کو غزل کے چہرے کی تیوری نرم پڑی۔ اس نے بیگ میں ہاتھ ڈالا، کچھ نکالا اور اپنی ایمبر آنکھیں پورے ٹھہراؤ کے ساتھ سبز آنکھوں پر جما دیں۔

"مجھے ایسے مت دیکھا کریں اور یہ لیجیے، وہ قلم، جو کل آپ سے لیا تھا۔" غزل نے درشتی اور ضبط شدہ لہجے میں کہا۔ وہاں رکنے کے بجائے وہ فوراً پلٹی۔ اُس کے قدموں کی تیزی میں گویا

ایک اعلان تھا کہ وہ مزید توقف نہیں چاہتی۔اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ پاتا،وہ اپنی کلاس کے قریب پہنچ چکی تھی۔

نظروں سے اوجھل ہوتی اس لڑکی کے چہرے پر ایک مدھم مسکراہٹ تھی۔ایسی مسکراہٹ جو یوں تو لمحہ بھر کی تھی،تاہم صدیوں کی معنویت رکھتی تھی جسے پیچھے کھڑا شخص نہ دیکھ سکا۔

ازہمیر نے خود کے یوں بے اختیار ہونے پر اپنی ہی نگاہوں کو ہلکا سا ڈپٹا۔گہرے رنگ کے ہالے میں ڈوبی اُس کی سبز آنکھیں ہلکا سا مسکرائی تھیں جیسے انہیں علم ہو کہ اُن پر نہ اُن کا اپنا اختیار ہے اور نہ ڈانٹنے والے شخص کا۔

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

****

اس شور و غل والی دنیا کے وقت کو اگر ہم ذرا پیچھے لائیں،تو خود کو ایک نیم اندھیرے کمرے میں پائیں۔

ستمبر دو ہزار اکیس`~

ایلیشیا نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔کشادہ کمرے کو کھڑکی سے آتی ڈوبتے سورج کی نارنجی کرنوں نے کمرے کر ہلکا سا منور کر رکھا تھا۔نیم روشن فضا میں ایک خاموشی بسی ہوئی تھی۔

دن بھر کی تھکاوٹ اس کے ذہن کو بوجھل کر رہی تھی۔ پہلا سیمسٹر، پہلا باقاعدہ امتحان، انسانی نفسیات کو سمجھنا اتنا آسان نہیں تھا جتنا اُس نے سمجھا تھا۔ یک دم ذہن میں جھماکا ہوا۔ بیگ صوفے پر پھینک کر وہ سیدھے اپنے ننھے دوست کے پاس گئی۔ پلنگ پر اس وقت وہ وجود استحاق سے سویا ہوا تھا۔

)"نوئر" (Noir) آواز میں اندیکھی ممتا تھی۔ جیسے بلی نہیں کوئی بچہ ہو۔

آواز پر وہ ہلکا سا کسمسایا اور گردن کو ہلکا سا اٹھا کر اُسے دیکھا۔ پورے جسم پر سبز اور کہیں کہیں سیاہ دھبے جیسے سبز کھیتوں پر رات نے سیاہی بکھیری ہو۔ ایلیشیا نے فوراً جھک کر اسے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ ہر وقت پھرتیلا پھرنے والا وہ ننھا سا وجود آج کچھ سست سا لگتا تھا۔

اُس کے دل میں چبھن سی اٹھی۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ انگلیاں اس کے نرم بالوں میں پھیرنے لگی۔

"نوئر.... دیکھو میں آگئی ہوں۔" اس کی آواز میں لرزش تھی۔

بلے نے اس کی گود میں ذرا سی کروٹ لی، مگر پھر وہی ساکت خاموشی۔ ایلیشیا کی آنکھوں کے کنارے نمکین بوندوں سے بھیگنے لگے۔

Clubb of Quality Content

کتنا عجیب ہے، امتحان کے کمرے میں بیٹھ کر اسے اپنی ذہنی پریشانی اتنی بڑی لگ رہی تھی اور اب اُس کے سامنے اپنی جان سا پیارا وجود درد میں ہے، تو باقی سب کتنا بے معنی اور ہیچ لگ رہا ہے۔

اس نے دونوں ہاتھوں میں بلے کا چھوٹا سا جسم ایسے تھام لیا جیسے دنیا کی ہر سختی سے چھپانا چاہتی ہو۔

"تم جانتے ہو نا، تم میرا سب کچھ ہو میرا پہلا دوست، میری پہلی تسلی۔ تم ایسے مجھے مت چھوڑنا، نوں ٹر..." یہ کہتے ہوئے اُس نے پاس رکھی دوا اٹھائی اور احتیاط سے انجیکشن کے ذریعے کھلائی۔ بلے نے کمزور سی سانس بھری اور مندھی آنکھوں سے اسے دیکھا، جیسے سن رہا ہو۔ دوا کا ذائقہ منہ میں گھلا تو اُس کی عجیب سی شکل دیکھ کر ایلیشیا ہلکا سا مسکرا دی۔

وہ دوا کھا کر پھر سویا تو کمرے کی خاموش فضا میں صرف ایک لڑکی کی رونے کی دھیمی آواز اور ایک بیمار بلے کی مدھم گہری سانسیں سنائی دیتی تھی۔

ایلیشیا نے سر اوپر اٹھا کر بے بس نظروں سے چھت کو دیکھا۔

"یا اللہ! اسے مجھ سے مت چھیننا۔ میں بہت اکیلی ہوں..."

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ جانتی تھی کہ ابھی اُس کی نئی زندگی، سان گیٹری کی دنیا، اور علم کی بھاری کتابیں شروع ہوئی تھیں، لیکن سچ یہ تھا کہ اُس لمحے سارے خواب اور ساری توانائیاں وہ ایک بیمار بلے کے پاس ہارے بیٹھی تھی۔

(ایک بات واضح رہے، ہمارے چھوٹے بلے کو واں ُرس کے سوا کچھ نہیں ہوا، واں ُرس بھی وہ جو محض چند دن میں ٹھیک ہو جائے گا لیکن ہماری ایلیشیا جو ویسے بہت مضبوط رہتی ہے اس ننھے وجود کے سامنے اپنی مضبوطی کو خاک ہوتا محسوس کرتی ہے۔)

****

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دارِ نایاب ایک محل نما رہائش ہے، جو دیکھنے والے کو لمحوں میں محسور کر دے۔ دیواریں نصف آف وائٹ رنگ میں رنگی گئی ہیں، جن کے کنارے نفیس سنہری نقوش سے فریم کیے گئے ہیں، جو ہر کمرے اور ہال کو شاہانہ تاثر دیتے ہیں۔ کھڑکیاں اور دروازے ہلکے سرمئی سے نیلے رنگ کے فریم اور شیڈز کے ساتھ مزین ہیں، جو روشنی کو نرم اور خوابناک لمس دیتے ہیں۔

وسیع رقبے پر محیط اس رہائش کے گرد دلکش سبز باغ موجود ہے، جہاں پتھریلے راستے سنہری ستونوں کے ساتھ گھومتے ہیں۔ چھوٹے سنگ مرمر کے فوارے اور پھولوں کی کیاریاں وہاں سکون اور خوبصورتی بکھیرتی ہیں۔

سورج کی پہلی کرنیں کھڑکیوں سے آتے چھوٹے آرائشی حصوں میں جیسے خواب کی پہلی کرن کی طرح چھپ جاتی ہیں۔ وہیں بادصبا کی نرم ہوا، کھڑکیوں سے داخل ہو کر ماحول کو سکون بخشتی ہے۔

البتہ یہ سکون اس کشادہ کمرے میں موجود نفوس میں سے کسی ایک کو بھی مکمل طور پر پُرسکون کرنے میں ناکام تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بخدا، شاہ ریز، کبھی کبھار مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اس گھر کے بڑے بیٹے ہو!"

صوفے پر بیٹھے جہانگیر مغل، جن کی عمر ساٹھ کے ہندسے کو چھو رہی تھی تاہم شخصیت کا رعب و دبدبہ آج بھی محلاتی پس منظر کی جھلک دیتا تھا، جھنجھلائے ہوئے انداز میں اپنے بڑے بیٹے سے مخاطب تھے۔ پاس ہی کھڑے نوریز اور نرمین کے چہرے ہنسی ضبط کرتے سرخ ہو چکے تھے۔ ان کی نظریں کبھی جہانگیر صاحب کو دیکھتیں اور کبھی شاہ ریز کو۔

انیتس سالہ شاہ ریز مغل جتنا سنجیدہ تھا، اتنا ہی کبھی کبھار غیر سنجیدہ بھی ہو جاتا، اور یہی رویہ اکثر اس کے بہن بھائیوں کے لیے مزاح کا باعث بنتا تھا۔ وہ دونوں جانتے تھے۔ ڈانٹ ڈپٹ کا انجام ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے کہ چاہے دل کی دھڑکنیں کتنی ہی بے ترتیب اور غصہ کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو، شاہ ریز مغل جہانگیر مغل سے اپنی بات منوا کر ہی دم لیتا تھا۔

"مگر بابا، ہم کرمنل سائیکالوجی واقعی پڑھنا چاہتے ہیں۔"

سیاہ پولو شرٹ اور سرمئی ٹراؤزر میں ملبوس شاہ ریز نے عاجزی سے کہا اور ساتھ فرش پر بچھے قالین پر اپنے باپ کے گھٹنوں کے قریب بیٹھ گیا۔ پولو شرٹ کی چھوٹی آستینوں کے باعث اس کے کسرتی بازوں نمایاں تھے۔

جہانگیر نے پیشانی مسلی اور جھنجھلا کر بولے،

"پہلے تم نے دو سال بی۔بی۔اے کیا تاکہ بزنس سمجھ سکو، پھر تم نے ضد پکڑی کہ آٹو موٹیو انجینئرنگ پڑھنی ہے۔۔۔ ہیوی بائیکس کا شوق ہے، اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہتا ہوں، وہ بھی دو سال لگا کر مکمل کی۔ اب کہتے ہو کرمنل سائیکالوجی؟ آخر تمہیں کب ایک ہی بار میں طے کرنا ہے کہ تم زندگی میں مزید کیا چاہتے ہو، برخوردار؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ تو ہمیں بھی نہیں پتا۔" یہ الفاظ بے ساختہ شاہریز کی زبان سے نکلے تو اُس نے بے ساختہ زبان کو دانتوں تلے دبایا۔اُن کے سامنے بیٹھا اپنی خفیف داڑھی کو کھجاتا ہوا شخص اگر جہانگیر مغل کا بیٹا نہ ہوتا تو شاید اب تک شوٹ کیا جا چکا ہوتا۔آخر وہ سامنے والے کو زچ کرنے میں کمال ہی اتنا رکھتا تھا!

"پڑھو جو پڑھنا ہے۔ویسے بھی ہماری اجازت ہو یا نہ ہو، تم نے ہمیشہ وہی کرنا ہے جو خود چاہو گے!" جہانگیر صاحب نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

"شکریہ، ابا حضور! یہ بیٹا آپ کو کبھی مایوس نہیں کرے گا۔" شاہریز نے فوراً اُن کے ہاتھ تھامے اور احترام سے بوسہ دیا۔

اور یہ ہوئے نوریز اور نرمین کے موڈ خراب۔دونوں جڑواں بہن بھائی برے منہ بناتے کمرے سے نکل گئے، بڑے بھائی کو مزید ڈانٹ کھاتے دیکھنے کا تصور جو خوشی دے رہا تھا وہ سارا مزہ اب کرکرا ہو چکا تھا۔

شاہ ریز بھی سلام کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ بزنس کی ایک اہم ڈیل اس کا انتظار کر رہی تھی، اور یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی پراجیکٹ جس پر شاہ ریز نظر ڈالے، وہ اس کے ہاتھ نہ آئے۔ اپنے لوگوں کے لیے وہ جتنا نرم دل تھا۔ مقاصد کے معاملے میں اتنا ہی بے رحم بھی۔ اُس کی شخصیت کا یہی تضاد اُس کی پہچان تھا۔

جہانگیر نے دور جاتے اپنے بیٹے کو دیکھا اور دل ہی دل میں سوچا۔

یہ سچ ہے کہ شاہ ریز نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا۔ بچپن سے ہر میدان میں اول آیا، چاہے تعلیمی مقابلہ ہو یا کھیل کا میدان۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس نے مجھے کبھی چین سے بیٹھنے نہ دیا کہ اس کی ہر کامیابی کے پیچھے کوئی نیا جنون، کوئی نیا موڑ پوشیدہ ہوتا ہے۔ جو بے شک اس کی طاقت ہے لیکن کبھی نقصان کا باعث بن جاتا ہے، حد سے سوا نقصان۔

****

****

کراچی کے وسط میں واقع 'مغل ایمپائر' کے ہیڈ آفس میں شام ڈھل رہی تھی۔ نارنجی کرنیں کھڑکی کے شیشے سے اندر اترتیں آفس روم کے منظر کو سحر انگیز بنا رہی تھیں۔ شاہ ریز میز پر

جھکا فائلوں میں گم تھا۔اس کی آنکھوں کی تیزی اور سنجیدگی کمرے کے ماحول کو مزید دبیز کر رہی تھی۔

کراچی کے ایک بڑے ہسپتال میں اِس وقت ہلچل مچی تھی۔ایمرجنسی وارڈ میں ایک نوجوان مریض کو جاں بہ لب حالت میں لایا گیا تھا،خون میں لت پت وجود گہرے سانس لینے کی کوشش کر رہا تھا، مگر جیسے سانسیں اس کا ساتھ دینے کو تیار نہ تھیں۔اس حساس ماحول میں بھی دو انٹرنز بحث میں مشغول تھے۔

"یہ کیس آپ لیں۔"

"نہیں،آپ لیں!"

"میں اتنا سنجیدہ کیس نہیں لوں گا۔۔"ایک نے حتمی انداز میں کہا گیا۔

شاہ ریز کے سامنے از ہمیر کرسی پر نیم دراز انداز میں بیٹھا شوخی سے بولا،"بھائی جان،یہ خشک زندگی کب تک گزاریں گے؟صبح بزنس کی فائلیں اور شام کو بھی وہی ٹینشن،کوئی تھرل ہونا چاہیے زندگی میں کوئی رنگ ہونا چاہیے،نہیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایلیشیا وارڈ میں تیز قدموں سے داخل ہوئی۔ سفید کوٹ، گردن پر اسٹیتھو سکوپ،
آنکھوں میں مریض کے لیے تشویش جو انٹرنز کو بحث کرتے دیکھ غصے میں بدلی۔
"یہاں بحث کی نہیں، مریض کی جان بچانے کی زیادہ ضرورت ہے۔ ڈاکٹر سائرہ، وائٹلز دیکھیں۔ ڈاکٹر صائم، میرا ساتھ دیں۔ ابھی!" اس کی سخت آواز سن کر وارڈ میں خاموشی چھا گئی۔

ازہمیر نے ہنستے ہوئے کہا، "اور ویسے بھی کبھی کبھی تھرل ہی ایمپائر کو زندہ رکھتا ہے۔ آپ ایمپائر سنبھالیے اور رفتار مجھے دے دیجیے۔"
شاہ ریز نے آہستہ سے سر اٹھایا، آنکھوں میں ذہانت کی چمک واضح تھی۔
"زی، یاد رکھو، کھلاڑی صرف رفتار دیکھتا ہے، البتہ کوچ ہر عنصر کو گہرائی سے پرکھ کر اپنے مقصد کے لیے ڈھالنا جانتا ہے۔"

مریض کی سانسیں مزید اکھڑنے لگیں۔ایلیشیا نے خود سرنج تھام کر انجکشن لگایا۔نرسیں اور انٹرنز اس کے حکم پر تیزی سے حرکت کرنے لگے۔اس کی آواز پر عزم تھی اور لہجہ نرم۔

"تم کر سکتے ہو، تم کر سکتے ہو، پلیز ہمت نہ ہارو۔۔پلیز۔۔۔۔"

ازہمیر ہنسا، کرسی پیچھے دھکیل کر کھڑا ہوا۔"آج رات ٹریک پر آپ کی بائیک اور میری گاڑی دیکھتے ہیں، کوچ کتنے عنصر کو اپنے مفاد میں ڈھالتا ہے۔"

"شیور..."شاہ ریز ہلکا سا مسکرایا، جیسے وہ خود کو ٹریک پر جیتتا دیکھ چکا ہو۔یہ وہ مسکراہٹ تھی جو کسی چیلنج کے ملنے پر بے ساختگی سے اس کے ہونٹوں کی زینت بنتی تھی۔

Clubb of Quality Content

ہسپتال میں موجود مریض کی دھڑکنیں واپس لوٹ آئیں۔وارڈ میں ایک پل کو سکون اتر آیا۔انٹرنز نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ایلیشیا صرف ایک بہترین جونیئر ڈاکٹر نہیں تھی، وہ قدرتی طور پر قائد تھی۔

کراچی کے آفس میں فائل بند ہوئی، اور شاہ ریز نے کھڑکی سے باہر ڈوبتے سورج کو دیکھا۔
اس کے لبوں پر ایک سرگوشی تھی۔
"کیا کبھی کوئی کوچ اپنے پسندیدہ ٹریک پر ہارا ہے؟"

ایلیشیا ہسپتال کی راہداری میں کھڑی مریض کے گھر والوں کو زندگی کی نوید دے رہی تھی،
اور جواب میں ان کے دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی دعائیں سمیٹ رہی تھی۔ جب وہ پلٹی تو
سامنے ان دو انٹرنز کو پایا۔
"جان چلی جائے تو واپس نہیں آتی۔ آپ انٹرنز کی غیر سنجیدگی افسوسناک ہے۔ میں دوبارہ
اس رویے کو قبول نہیں کروں گی۔ یاد رکھیں، میری پہلی وارننگ ہی آخری ہوتی ہے۔"
یہ کہتے وہ آگے بڑھ گئی، جبکہ پیچھے موجود انٹرنز خفت سے ابھی تک سر جھکائے کھڑے تھے۔

****

****

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وقت نے ہسپتال کے بوجھل سکوت اور شاہ ریز کی پُراعتماد، فاتحانہ مسکراہٹ کے ان لمحوں کو ایک ہی فریم میں قید کر لیا۔ جب یہ تصویر مدھم ہوئی، تو ہم خود کو ایک بار پھر زنیر کے دفتر کی مانوس خاموشی میں پائیں گے۔

پندرہ مارچ دو ہزار تیئیس ~°

"چلیں پراسیکیوٹر صاحبہ، آپ کو گھر چھوڑ دوں۔"

زنیر نے آفس میں واپس آتے کہا۔ وہ عجلت میں نظر آرہا تھا۔ لہجے میں غیر معمولی سختی نمایاں تھی۔ وہ بغیر کچھ کہے اس کے ساتھ چل دی۔

مرجان زنیر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی۔ باہر کی روشنی دھندلی ہو رہی تھی، لیکن ماضی کی وہ یادیں جو اس کے دل کے ایک گوشے میں آج ایک سال گزرنے کے بعد پہلے روز کی طرح محفوظ تھیں، اُسے اپنے سحر اور اذیت میں مبتلا کرنے لگیں۔

زنیر خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اس کی نظریں سڑک پر مرکوز تھیں۔ ساتھ وہ کہیں کھویا ہوا لگ رہا تھا۔ مرجان کی نظریں اندر ہی اندر ماضی کی پرتوں میں بھٹک رہی تھیں۔

(یادیں... تکلیف دہ یادیں۔)

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مرجان جو کہ تب چھبیس برس کی تھی۔ وہ اپنے لیے ایک ایسا گھر تلاش کر رہی تھی۔ جہاں وہ کرائے دار کے طور پر رہ سکے۔ ایک سال قبل وہ اپنے والدین کے ساتھ لاہور میں پر سکون زندگی گزار رہی تھی، جب ایک المناک حادثے نے اس کی زندگی کو درہم برہم کر دیا۔

حادثے کے باعث اس کے ماں باپ دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد، وہ بھی لڑکی ہونے کے باعث اس کے چچا چچی نے زور دیا کہ وہ ان کے ساتھ رہے۔ وہ کچھ ماہ اُن کے گھر رہی، البتہ اس کے چچا چچی نے جلد اپنے اصل چہرے ظاہر کرنا شروع کر دیئے۔ تب اسے اندازہ ہوا ماں باپ ہوں تو زندگی کتنی خوبصورت لگتی ہے اور ماں باپ نہ رہیں تو بے رحم۔

وہی لوگ جو بظاہر غمگسار لگتے تھے، اب اس کے والدین کی چھوڑی گئی جائیداد خصوصاً آدھے ایکڑ پر بنے کشادہ آبائی گھر پر نظر گاڑے بیٹھے تھے۔

مرجان کو خدشہ تھا کہ یہ رشتے دار جو بظاہر اس کے اپنے لگتے تھے، لالچ کے ہاتھوں کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ جس کیس پر وہ ان دنوں بطور پراسیکیوٹر کام کر رہی تھی، اس میں بڑے بڑے بگڑے امیر زادے ملوث تھے۔ ایسے لوگ جن کے لیے قتل اور جان لیوا دھمکی محض کھیل

تھے۔پیسے کے زور پر وہ سب کچھ خریدنے پر یقین رکھتے تھے، حتیٰ کہ انصاف بھی۔وہ بارہا اُسے ڈیل آفر کر چکے تھے، ”قیمت بتاؤ، کیس بند کرو۔“

تاہم، یہ صرف مرجان ہی جانتی تھی کہ اپنی نجی زندگی میں اتنے بڑے دکھ سے گزرنے کے باوجود بھی وہ کیسے اب تک ان کے سامنے ڈٹ کر کھڑی تھی۔

اب یہی ضد، یہی اصول پر ڈٹے رہنا، اس کے لیے خطرہ بن رہا تھا۔اسے ڈر تھا کہ اس کے چچا چچی بھی انہی لوگوں کے ساتھ ہاتھ ملا لیں گے۔اس لیے وہاں سے نکلنا ضروری تھا۔

تب، اُس نے کراچی کا انتخاب کیا۔وہ شہر جس کے بارے میں اُس کے والد کہا کرتے تھے، "کراچی ماں کی طرح ہے جو اپنے دامن میں آنے والے ہر بچے کو پناہ دیتی ہے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔"

کراچی آ کر اُس نے اپنی ایک پرانی دوست سے رابطہ کیا۔دوست کے جاننے والے ایک خاندان کا گھر تھا۔جن کی بیٹی ایک برس قبل پراسرار طور پر لاپتہ ہو گئی تھی۔کب، کیسے، کہاں؟ کسی کو کچھ خبر نہ تھی۔لیکن اس وقت اُس کے لیے وہی ایک محفوظ پناہ گاہ تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ والدین کے جانے کے بعد، اپنے تحفظ کی خاطر، ایک اجنبی لیکن حیرت انگیز طور پر جاذبِ نظر مکان کے باہر کھڑی تھی۔ جس کے فرسٹ فلور پر اس نے کمرہ کرائے پر لیا تھا۔

مرجان نے گہرا سانس لے کر اپنے اندر بہت سی ہمت جمع کی اور بیل بجائی۔ دروازہ کھلا تو سامنے تقریباً پچاس برس کی ایک خاتون کھڑی تھیں۔ نہایت حسین تو نہیں مگر ان کے چہرے پر ایک سادہ پیار بھری کشش تھی۔

"آؤ بیٹا، اندر آؤ۔" ان کی آواز میں وہ گرمجوشی تھی جس نے مرجان کی جھجک کو خاصہ کم کر دیا۔ وہ مسکرا کر انکا شکریہ ادا کرتے اندر داخل ہوئی۔

"زنیر" اُنہوں نے کسی کو آواز دی تو ایک لگ بھگ ستائیس سے اٹھائیس برس کا سنجیدہ سا مرد ان کے سامنے آیا۔

"جی امی؟" اُس نے اپنے ہاتھ میں موجود موبائل کو سائیڈ پاکٹ میں ڈالتے سوالیہ نظروں سے اپنی ماں کو اور پھر اُسے دیکھا۔

"یہ بچی کا سامان اوپر دائیں طرف والے کمرے کے برابر والے کمرے میں رکھ دو۔" انکا اتنا کہنا تھا کہ زنیر آگے بڑھا۔ مرجان کے قریب پڑے سوٹ کیس پر نگاہ ڈالی اور پھر اُس کی

طرف دیکھا، جیسے اُس کی اجازت کا منتظر ہو۔اُس نے گردن ہاں میں ہلادی۔جب تک زنیر اُس کا سوٹ کیس لے کر اُوپر جا رہا تھا، مرجان اُن خاتون کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں آگئی۔

"بیٹا، کچھ لیں گی آپ؟"اُنہوں نے محبت سے پوچھا،تاہم اُس نے منع کر دیا۔

"اچھا مجھے ایک بات بتانی تھی۔۔۔۔"اُنہوں نے ہچکچاتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا جیسے اُس کے رد عمل کا اندازہ لگانا چاہ رہی ہوں۔

"مجھے پہلے سے پتا ہے آپ بے فکر رہیں۔مجھے اس بات سے مسئلہ نہیں ہے۔"مرجان نے انہیں سنجیدگی سے جواب دیا تو ان کے چہرے پر اطمینان اُترا۔

"تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتی ہو۔کرایے کی فکر مت کرنا۔ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔بس کھانے پینے میں ساتھ دے دینا.....شاید اس سے ہماری بیٹی کی غیر موجودگی کا خلا کچھ بھر جائے یا شاید ایسا کرنے سے ہماری نیکی سمجھ کر اللہ اسے لوٹا دیں۔"آخر میں انہوں نے یاسیت سے کہا۔

مرجان نے بہت اصرار کیا کہ کرایہ ضرور لیں، لیکن وہ نہ مانیں۔تب اس نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پھر مجھے اپنی بیٹی سمجھ لیں۔" تاہم، یہ تو وہ بھی جانتی تھی کہ چاہے وہ اسے اپنی بیٹی جیسا مان لیں اور وہ انہیں اپنے والدین جیسا۔ اصل رشتوں کی محبت نہ صرف منفرد ہوتی ہے بلکہ وہ نہایت خالص بھی ہوتی ہے، کسی بھی مفاد سے پاک۔

ان خاتون نے مرجان کو اس کا کمرہ دکھایا۔ اپنے کمرے تک جاتے وہ گھر کا جائزہ لیتی رہی۔ لکڑی کے بھاری دروازے، اونچی چھتیں، مہنگے قالین، اور خاموشی جو ہر کمرے میں رچی بسی تھی۔ سب کچھ دل کو بھاری سا کر دیتا تھا۔ ہر قدم کے ساتھ وہ سوچتی تھی۔

"اتنا شاہانہ گھر، اتنے خوش اخلاق لوگ پھر بھی گھر میں ایک الجھن، کوئی بوجھل پن کیوں ہے؟ جو اہلِ خانہ کو ہر وقت اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔)

زنیر نے خاموشی سے گاڑی روکی۔ مرجان نیچے اتری تو وہ گاڑی اندر لانے کے بجائے فوراً واپس چلا گیا۔ اس کے ٹاک شو کا وقت ہونے والا تھا۔ وہ اندر بڑھی، نظریں دیواروں، کھڑکیوں اور اونچی سیڑھیوں پر تھیں۔ ہر منظر اس کے ذہن میں پرانی یادوں کے نقش گہرے کر رہا تھا۔

پہلی بار جب اس نے کمرے کا یہ دروازہ کھولا، اور دل میں اجنبیت کا سا احساس پیدا ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

(مرجان اس وقت اپنے کمرے میں بستر پر لیٹی تھی۔اس کے کمرے کے عین برابر وہ کمرہ تھا، جس کے بارے میں جانے کتنی کہانیاں مشہور تھیں۔کوئی کہتا تھا وہاں رہنے والی لڑکی بھاگ گئی، کوئی اسے غیرت کے نام پر قتل قرار دیتا، کوئی پاگل پن کی کہانی سناتا تھا۔مگر سب سے زیادہ دہرائی جانے والی کہانی یہ تھی کہ.....

اس بڑے سے گھر میں یہ میاں بیوی اپنے بیٹے زنیر اور بیٹی ایلیشیا کے ساتھ برسوں سے مقیم تھے۔دونوں کو اپنی اولاد سے بے پناہ محبت تھی، البتہ جب ایلیشیا چھبیس برس کی ہوئی تو اس کی زندگی ایک پراسرار موڑ پر آ گئی۔اس نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ اپنے کمرے میں راتوں کو ایک انجانی خوبصورت دنیا دیکھتی ہے۔ایک ایسی دنیا جہاں سے کوئی پراسرار آواز اسے بلا رہی ہے۔وہ کہتی کہ اس کا وہاں جانا ضروری ہے۔

ابتدا میں والدین نے اسے محض وہم سمجھا، لیکن جب ان کی بیٹی کا ذہنی توازن بگڑنے لگا تو اسے ماہرِ نفسیات کو دکھایا گیا۔طویل سیشنز کے بعد وہ بظاہر نارمل تو ہو گئی، تاہم اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں وہی اسرار باقی رہا۔

اپنی ستائیسویں سالگرہ پر اس نے خواہش کی کہ وہ جھیل سیف الملوک دیکھنا چاہتی ہے۔ والدین نے یہ خواہش فوراً مان لی۔ کیسے نہ مانتے؟ ان کی لاڈلی بیٹی اتنے ماہ بعد زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔ لیکن کون جانتا تھا کہ وہ سفر اُس کا آخری پڑاؤ ثابت ہو گا۔ جھیل کی وادی میں ایلیشیا پراسرار طور پر لاپتہ ہو گئی۔

پولیس، دوست، رشتے دار سب نے اسے بے حد ڈھونڈا لیکن کوئی سراغ نہ ملا۔ ایک سال بیت چکا تھا اور گھر کی فضاؤں میں اب بھی اس کا سایہ منڈلاتا محسوس ہوتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں، "اس کے کمرے کے پردوں، کھڑکیوں، دیواروں سے اب بھی اس کی سرگوشیاں سنائی دیتی ہیں۔" کچھ لوگ اسے عشق کی بھاگ دوڑ کہتے کہ وہ حرکتیں اس باعث کرتی تھی جب بھاگ جانے تو ڈھونڈا نہ جائے، کچھ پاگل پن کی بھول بھلیاں۔

البتہ، اس کے والدین کے دل کو یہ یقین تھا کہ ایلیشیا ضرور لوٹے گی اور بے شک، ماں باپ کے یقین سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں ہوتی۔

"خیر واللہ عالم مجھے کیا؟ بس جہاں ہو صحیح سلامت ہو اور وقت رہتے لوٹ آئے۔"

یہ سوچتے مرجان نے انگڑائی لی جیسے بہت تھکا دینے والے دن کے بعد کوئی خود کو پر سکون کرنے کو لیتا ہے۔اور پھر وہ سونے کے ارادے سے لیٹ گئی۔وہ عموماً شام کے وقت نہیں سوتی تھی،کچھ یہ کہ جگہ بھی غیر تھی،تاہم آج تھکن اتنی تھی کہ اُس پر نیند فوراً سے مہربان ہو گئی۔)

آج ایک برس بعد،وہ دوبارہ اسی گھر میں تھی۔بغیر کسی خوف اور اجنبیت کو محسوس کیے۔ صرف ایک مدھم حیرت،اور دل میں پنہاد لچسپ و تجسس باقی تھا۔

مرجان نے قدم کمرے سے منسلک بالکنی میں رکھے تو اس نے محسوس کیا کہ یہ مکان اب بھی وہی پراسراریت رکھتا ہے۔ہر کمرہ،ہر کھڑکی،ہر فرش،ہر دروازہ...یہ سب کچھ اس کے ماضی کے احساسات کو تازہ کر رہا تھا،تاہم اس بار خوف کے ساتھ نہیں،بلکہ انسیت کے ساتھ۔

زنیر کی باتیں یاد کر کے وہ ہلکا سا ہنسی کہ شروعات میں وہ کس قدر سنجیدہ لگا تھا۔

(اگلے دن صبح صادق کے وقت وہ کچن کی طرف بڑھ رہی تھی کہ ان خاتون کی زرا مدد کر سکے،تب سیڑھیوں سے بھاری قدموں کی آہٹ سنائی دی۔وہی ستائیس برس کا مرد نیچے آرہا

تھا جسے کل اُس کی ماں نے "زنیر" کہہ کر پکارا تھا۔وہ چند لمحے زینے کے اختتام پر رکا اور دروازے کے قریب کھڑی مرجان پر نگاہ ڈالی۔

"آپ پراسیکیوٹر ہیں، نا؟" اُس کی آواز بھاری اور گمبھیر تھی، جیسے ہر لفظ ناپ تول کر ادا کر رہا ہو۔

مرجان لمحہ بھر کو چونکی کہ اسے یوں براہ راست مخاطب کیے جانے کی توقع نہ تھی پھر فوراً خود کو سنبھالا۔

"جی۔" اُس کا جواب مختصر تھا لیکن اُس نے اپنی نگاہیں اُس کی آنکھوں میں گاڑ دیں۔

زنیر کی سرمئی آنکھوں میں ایک پل کو اجنبیت کے ساتھ احترام جھلکا، مگر چہرے پر کوئی تاثر نہ آیا۔

"یہ گھر آپ کے لیے محفوظ ہے۔امید ہے کہ آپ کو خبر ہے کہ آپ کے پیچھے کون ہے؟ جنہیں آپ نے للکارا ہے، جن کا نقصان کر کے بھی ڈٹ کر کھڑی ہیں... آپ کو اندازہ ہے کہ یہ ضد آپ کو کتنی مہنگی پڑ سکتی ہے؟" اُس کی باتوں میں ایک سنجیدہ وارننگ تھی، جیسے وہ اُس کی کمزوری جانچ رہا ہو۔

مرجان کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ ابھری۔"خبر ہے۔اسی لیے تو کراچی آئی ہوں۔"

زنیر نے سر ہلکا سا جھکایا۔"اتنی ضد اور ہٹ دھرمی کبھی جان بھی لے لیتی ہے۔"

مرجان نے سانس بھرتے ہوئے لہجے کو مضبوط رکھا۔"اگر قیمت جان ہی ہے، تو وہ انصاف کی راہ میں جانی چاہیے۔البتّہ مرجان عبید کی جان لینا اتنا آسان ہر گز نہیں۔"

اُس کے جواب پر زنیر کے ہونٹ محفوظ مسکراہٹ میں ڈھلے، جیسے وہ اُس کی جرأت سے بے اختیار متاثر ہوا ہو۔مرجان نے بھی تشکر اور اعتماد بھری مسکراہٹ سے جواب دیا۔لمحہ بھر کو یوں لگا جیسے تقدیر نے اجنبیوں کو اپنا اور اپنوں کو اجنبی بنا دیا ہو۔

دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ایسی خاموشی جو اجنبیت کے باوجود ایک انجانی وابستگی کا پتہ دے رہی تھی۔چند ثانیے بعد زنیر آہستہ سے پلٹا اور باہر نکل گیا۔

****

****

اندرون لاہور کی پر پیچ گلیاں ڈوبتے آفتاب کی نارنجی کرنوں کے لمس سے گویا خوابوں میں ڈوبی معلوم ہو رہی تھیں۔گلی کے نکڑ پر کھڑا فالودے والا اپنی آواز بلند کیے گاہکوں کو بلا رہا تھا،

پرندوں کے جھنڈ آسمان کو چیرتے اپنے گھونسلوں کی طرف بڑھ رہے تھے اور دور کہیں مسجد کے مینار سے اذانِ مغرب کی آواز فضاؤں میں رس گھول رہی تھی۔ فضا میں ایک ایسی جادوئی کیفیت تھی جو دیکھنے والے کو لمحہ بھر میں وقت کی قید سے آزاد کر کے صدیوں پیچھے لے جاتی ہو۔

انہی قدیم گلیوں کے بیچ دو عظیم حویلیاں اپنی تمام تر شان و شوکت کے ساتھ ایستادہ تھیں۔

ایک طرف نواب حیدر علی خان کی حویلی تھی، جس کے بھاری لکڑی کے دروازے پر کندہ کیے گئے قرآنی آیات اور بیل بوٹوں کا کام اب بھی اپنی نفاست برقرار رکھے ہوئے تھا۔ اندر داخل ہوں تو صحن کے بیچوں بیچ پتھروں سے تراشی گئی حوض کی مدھم آواز کرتا آبشار گویا سکون کا پیغام دیتا تھا۔ یہاں کی فضا میں وقار اور ٹھہراؤ جھلکتا تھا۔

وہیں، نواب مظفر علی خان کی حویلی کھڑی تھی۔ اونچی محرابی کھڑکیاں، دیواروں پر سنہری بیل بوٹے۔ مرکزی ہال میں فانوس ایسے جھلملاتے تھے جیسے ستارے کسی تالاب میں جھلک رہے ہوں۔ دیواروں پر لٹکے قدیم فریم، وقت کی کہانی سناتے تھے، اور درمیان میں رکھا

گلاس ٹیبل گویا آج کے زمانے کا لمس دیتا تھا۔ بھاری فرنیچر، ایرانی قالین اور مغلائی طرزِ تعمیر، اس حویلی کو روایت اور جدیدیت کا حسین امتزاج بنا دیتے تھے۔

"مرال... بچے اٹھ جاؤ۔" صفیہ بیگم کی آواز نے کمرے کے سکوت کو توڑا۔ کمرے میں نرم سی ہلچل ہوئی۔ مرال نے تکیے کے نیچے چہرہ چھپا لیا۔

"بی جان، پلیز۔۔۔۔ تھوڑا سا اور۔۔" اس کی نیم جاگی آواز میں ضد چھپی تھی۔

کمرے کی کھڑکی سے مخملی پردے سرکاتی بی جان ایک لمحہ سی مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھی۔ ڈوبتے آفتاب کی نارنجی کرنیں کمرے میں یوں پھیلی جیسے کسی نے ہلکی نارنجی سی سنہری چادر ہر سو بچھا دی ہو۔ ہوا کے جھونکے سے پردے لہرانے لگے۔

کمرہ نفیس، پرسکون اور خوابوں جیسا ہے۔ بنفشی اور سفید رنگ کا امتزاج لیے دیواریں، نرم روشنی میں کھڑکی پر پڑے چمکتے پھولوں کے نقش۔ بیڈ نرم جامنی اور سفید بیڈ شیٹس سے سجا ہے، جس پر چھوٹے چھوٹے کشن پڑے ہیں۔ ایک کونے میں قد آور آئینہ رکھا ہے جس کے سامنے ایک کونے میں لکڑی کی بک شیلف جس کے کونے کی دیواروں پر خوبصورت سا لکڑی کا کام کیا گیا ہے۔ کتابوں کی قطاریں منظم انداز میں رکھی گئی ہیں اور ساتھ ہی چھوٹے سبز

پودے، پرانی کتابوں کی مہک جہاں آنے والے کسی بھی قاری کو محسور کر دیتی ہے، وہیں ان پودوں سے اٹھتی خوشبو کمرے کو تازگی بخشتی ہے۔ فرش پر بچھے ہلکے فیروزی رنگ کشمیری قالین پر نارنجی روشنی کے دھبے اٹھکیلیاں کرنے لگے تھے۔

بی جان اس کے قریب آکر بیڈ کے کنارے بیٹھ گئیں، نرم ہاتھوں سے بیٹی کے بالوں کو سہلاتے ہوئے بولیں۔

"مرال، مغرب کے وقت نہیں سوتے۔"

اس نے ہلکی سی آنکھیں کھولیں اور ماں کو دیکھا۔ ان کے چہرے پر بیک وقت ایک سخت اور نرم سا تاثر تھا۔ آنکھوں کا رنگ ہو بہو مرال جیسا اور نقوش بھی، فرق تھا صرف بالوں کے رنگ میں، مرال کے بال اپنے والد کی طرح بھورے تھے، جب کہ بی جان کے سیاہ۔

"بی جان، آپ کو پتہ ہے نا۔ مجھے شام کی نیند کتنی اچھی لگتی ہے۔" وہ مسکرا کر پھر کروٹ بدل گئی۔

بی جان نے مصنوعی سختی اپنائی، تاہم آنکھوں میں محبت نمایاں تھی۔

"یہی ضدی پن ہے جو تم نے ازہمیر سے لیا ہے۔ اٹھو، ورنہ میں ازہمیر کو بلا لوں گی۔"

یہ سنتے ہی مرال نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"اوہ نہیں! وہ تو پھر پورا لیکچر دیں گے۔"

وہ تیزی سے اٹھ کر فریش ہونے چلی گئی۔ پیچھے بی جان اس کی تیزی کو دیکھ ہلکا سا ہنسی تھیں۔ آنکھوں میں ممتا کی جھلک نمایاں تھی۔

یہ حویلی گویا قدیم وقت کی قید میں تھی۔ بڑے دروازے پر مضبوط لکڑی کی چوکھٹ، جس سے اندر داخل ہوں تو سرمئی سنگ مرمر کا فرش، ارد گرد خوبصورت سا پھولوں سے سجا باغ جہاں ایک جگہ نیم کا درخت موجود تھا جس کے سائے میں شام کے وقت بیٹھے، چار لوگوں پر مشتمل یہ خاندان اپنا وقت ساتھ بتاتے تھے۔ نواب حیدر اکثر شام کو یہیں بیٹھ کر قہوہ پیتے تھے، جب کہ ازہمیر اخبار ہاتھ میں لیے کبھی بلند آواز میں خبر پڑھتا تو کبھی گہرے خیالات میں ڈوبا رہتا۔ مرال کے ہاتھ میں اس کی کتاب ہوتی تھی اور والد، والدہ کی توجہ خبر پڑھتے بیٹے کی جانب۔ بلند ستونوں والی اس حویلی کو رینوویٹ تو کروایا گیا تھا، مگر اس کی قدیم وقتوں کی شان میں زرا سی بھی تبدیلی نہیں آنے دی گئی تھی۔ نواب حیدر کا وقار اور سختی، صفیہ بیگم کا نرمی بھرا انداز، مرال کی حساسیت اور ازہمیر کی شوخی، یہ سب اس حویلی کی رونق تھے۔

اِسی وقت اس حویلی سے چند گلیاں چھوڑ کر، دوسری حویلی کے ایک کمرے کا منظر بے حد دلکش تھا۔

"غزل، تم پھر کلاس میں اتنی کھو گئی ہو کہ کھانے کا وقت یاد نہیں؟"

دروازے سے رقیہ مظفر کی نرم، سنجیدہ آواز ابھری۔ اب وہ اپنی بیٹی کی محویت کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔

"امی، ایک منٹ بس یہ ابھی ختم ہو جائے گا، یہ لیکچر بہت اہم تھا آپ کو بتایا تھا۔"

غزل نے لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے رکھیں۔

اُس کی آنکھوں کی چمک واضح بتاتی تھی کہ یہ اس کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ اگر، ہم اس کمرے کا جائزہ لیں تو غزل کا کمرہ اس کی شخصیت کی طرح شاہانہ، گہرا اور پُر وقار ہے۔ دیواریں گہرے مہرون اور سنہری رنگ کی، جن پر خوبصورت سا باریک مغلائی نقش و نگار کندہ ہے۔ کمرے کے ایک حصے میں مہرون رنگ کے بھاری مخملی پردے لگے ہیں جو شام کے وقت روشنی کو مدھم کر کے کمرے کو مزید پُر کشش بنا دیتے ہیں۔

Clubb of Quality Content

بیڈ کے اوپر کندہ کاری والا لکڑی کا ہیڈ بورڈ ہے، جس پر ہلکی سی سنہری پالش جھلملاتی ہے۔ فرش پر ایرانی قالین بچھا ہے، جو کمرے میں تاریخ و ثقافت کا احساس دلاتا ہے۔ غرض کمرے کا ہر فرنیچر نفیس اور قیمتی تھا، جو غزل کے ذوق کا پتہ دیتا تھا۔

رقیہ مظفر آگے بڑھیں، اب ان کا انداز رعب دار تھا۔

"بیٹا، کتابوں اور کلاسز میں کھو جانا اچھی بات ہے، مگر خود کو بھی وقت دینا ضروری ہے۔"

اُسی پل، غزل کا سب سے چھوٹا بھائی زوار، ہنستے ہوئے دروازے سے جھانکا۔ ہلکی بھوری آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔

"امی جان، آپ بھی کس سے بحث کر رہی ہیں، یہ دنیا کی سب سے بڑی ضدی انسان ہے۔"

غزل نے لیپ ٹاپ بند کیا اور زوار کی طرف گھومی۔

"تمہیں فرصت ہی فرصت ہے؟ جب دیکھو، کوئی فضول بات کرنے آ جاتے ہو۔" یہ سنتے زوار ہنستا ہوا باہر بھاگ گیا کہ اس کو مظفر علی خان نے بلایا تھا، اور پھر بڑی بہن کے عتاب سے بچنا بھی تو تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حویلی میں پالش شدہ سرمئی فرش، لمبے شیشوں والے دروازے اور ہلکی مدھم روشنیوں کا ایسا امتزاج تھا جو روایتی ساخت میں بھی ایک دھیمی، مہنگی جدیدیت کی جھلک پیدا کرتا تھا۔ غزل کا خاندان لکھنؤ کے نوابانِ اودھ سے تعلق رکھتا تھا۔ صدیوں پہلے یہ لوگ اودھ سے لاہور منتقل ہوئے اور اندرونِ لاہور میں ایک وسیع و شاندار حویلی تعمیر کی، جو آج بھی ان کے خاندانی وقار اور روایت کی گواہی دیتی ہے۔ دادا اور دادی کے اس دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ خاندان کے کچھ افراد بکھر گئے۔ غزل کے تایا کامران علی خان نے رہائش کے لیے کینیڈا کو چنا کیوں کہ ان کا اکلوتا بیٹا پڑھائی کے غرض سے ٹورنٹو جا کر وہیں کا ہو کر رہ گیا تھا۔ جب کہ چھوٹے چچا آفتاب علی خان اپنے اہل و عیال سمیت لندن جا بسے۔

Clubb of Quality Content

اب اس حویلی میں محض چند گنے چنے افراد باقی رہ گئے تھے۔ رقیہ مظفر، غزل کی والدہ، ایک باوقار اور سنجیدہ خاتون جن سے ان کی اولاد جتنا پیار کرتی تھی اتنا ہی وہاں کے ملازم ان سے خوف کھاتے تھے۔ غزل نے ہٹ دھرمی انہی سے ورثے میں لی تھی۔

مظفر علی خان، غزل کے والد، ایک رعب دار لیکن خاموش طبیعت کے شخص، جو کم گوئی میں بھی اپنا وزن اور اثر برقرار رکھتے تھے۔

غزل خود، جس کی ضد، وقار اور گہرائی اسے سب سے منفرد بناتی تھی۔اس کی بہن رابعہ، جس کی عمر بیس برس تھی۔نرم لہجہ، سادہ اطوار اور متانت اسے غزل کے برعکس ایک بالکل مختلف شخصیت بناتے تھے۔

بھائی تیمور، چوبیس برس کا، سنجیدہ اور وقار بھرا مزاج رکھنے والا، بالکل اپنے والد کا عکس لگتا تھا۔

اور سب سے چھوٹا بھائی زوار، جس کے لہجے میں شرارت، باتوں میں شوخی اور چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ سجی رہتی تھی۔وہ اپنی بہنوں خاص کر رابعہ کو تنگ کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

یوں دونوں حویلیوں کے باسی اپنی انفرادیت اور انداز میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف سہی، مگر جڑوں کی یکسانیت اور روایات کی پختگی نے ان کے رشتے کو اس درجہ مضبوط بنا دیا تھا کہ ان کی دوستی مثال کے طور پر پیش کی جاتی تھی۔

****

****

اگر ہم ان حویلیوں کی موجودہ رونق کو لمحہ بھر کو بھلا دیں، اور وقت کے ورق الٹ کر تقریباً دو برس پیچھے جا پہنچیں، جہاں.....

ستمبر دو ہزار اکیس~°

رات، گویا کالے مخمل پر بکھرے نگینوں کی طرح اپنے دامن میں خاموشیاں سمیٹے سب کچھ اپنے اندر چھپا چکی تھی۔ ماہ ستمبر کے آخری ایام تھے، اور فضا میں آہستہ آہستہ خنکی سرایت کر رہی تھی۔ بالکنی سے چلتی ہوا، سرمئی و نیلے رنگ کے روغن سے آراستہ کمرے میں داخل ہوئی۔ جھولتی کرسی پر بیٹھی ایلیشیا نے گود میں بلی کو تھام رکھا تھا اور ہاتھوں میں کتاب۔ ہوا کے جھونکے نے شال کے کنارے ہلائے تو اُس نے شال کو اپنے گرد اور بلی پر اچھے سے لپیٹ لیا، تاہم کھڑکی بند کرنے کا خیال تک دل میں نہ آیا۔

امتحانات ختم ہو چکے تھے، نوئر بھی صحت یاب ہو چکا تھا، اس لیے وہ پر سکون تھی۔ کتاب مکمل کر کے اٹھی، بلی کو پلنگ پر سلایا اور خود بالکنی میں جا کھڑی ہوئی۔ سردیاں اسے ہمیشہ بھاتی تھیں اور سامنے پھیلا ہوا شہر، جیسے کوئی خوابیدہ نقشہ ہو۔ جو اکثر اُس کے دل کو محوِ حیرت کر دیتا تھا۔ سامنے کا پارک دھندلکے میں ڈوبا تھا۔ جو ہر موسم میں اپنی الگ ہی صورت

رکھتا تھا۔ لمبے قد کے درختوں کی قطاریں ہوا کے ساتھ جھوم رہی تھیں، جیسے اپنی خاموش دھن پر رقصاں ہوں۔

خنک ہوا کے جھونکے نے اس کے چہرے کو چھوا تو وہ مسکراتی آنکھیں بند کر گئی۔ لیکن اسی لمحے

ایک بھیانک منظر اس کی آنکھوں کے پردے پر ابھرا۔ جیسے دھند کے بیچ کوئی سایہ لپک کر اس کے قریب آ رہا ہو۔ اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے جھلکنے لگے۔ آنکھیں کھولنا چاہیں مگر جیسے پلکیں پتھر کی ہو گئیں۔ لب ہلانا چاہے، آواز دینی چاہی تو یوں لگا جیسے کسی نے سوئی دھاگے سے سی کر، ان پر قفل لگا دیا ہو۔

اُس نے ریلنگ کو مضبوطی سے تھاما، ورنہ قدموں میں کھڑے رہنے کی سکت باقی نہ تھی۔ دل کی دھڑکن کسی قید پرندے کی طرح پھڑ پھڑانے لگی۔ پھر اچانک

اس کے کانوں کے قریب ایک عورت کی دھیمی، مگر لرزا دینے والی سرگوشی ابھری۔

"پلٹ آؤ۔۔۔ پلٹ آؤ۔۔۔ تم یہاں کے لیے نہیں بنی۔"

ایلیشیا کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔رخسار اور گردن پر پسینے کے قطرے جھلملانے لگے۔

کندھوں پر کسی ان دیکھے ہاتھ کا بوجھ بڑھنے لگا۔

"ن۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں"وہ انکار کرنا چاہتی تھی۔اُس بوجھ کو ہٹانا چاہتی تھی۔لیکن زبان و ہاتھ جامد تھے۔

"جتنا جلدی سمجھو گی،اتنی آسانی رہے گی۔ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں،ایلیشیا۔۔۔۔"

اس کا وجود جیسے اپنا اختیار کھو چکا تھا۔جسم پر لرزہ طاری تھا،سانس سینے میں اٹکنے لگی۔وہ مضبوط اعصاب کی مالک تھی،مگر یہ لمحہ اس کے حواس چھین رہا تھا۔وہ چیخنا چاہ رہی تھی، سوال کرنا چاہ رہی تھی کہ یہ آواز کس کی ہے،لیکن زبان ساکت اور ہونٹ مقفل۔

"پلٹ آؤ۔۔۔ورنہ پچھتاؤ گی...."

آخری سرگوشی کے ساتھ کندھوں پر موجود دباؤ یک دم غائب ہو گیا۔آنکھیں وا ہوئیں، ہونٹ آزاد ہوئے۔وہ وہیں ٹھنڈے فرش پر پتھر کی مانند بیٹھی رہی۔یوں لگا جیسے بوجھ کے

ساتھ حواس بھی رخصت ہو گئی ہو۔ سامنے کا منظر اب بھی دھندلا تھا۔ خوف کی گرفت تھی کہ سخت ہوتی جا رہی تھی۔ اسے اپنا آپ انجانی زنجیروں میں جکڑا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ بھاگنا چاہتی تھی، اندر کی طرف لپکنا چاہتی تھی مگر بدن بے جان، دل قید...

****

****

اس منجمد وجود سے ٹکراتی ہوائیں پلٹ کر سفر کرتی کراچی کے پھیلتے اندھیرے میں شہر کے وسط میں موجود ویران انڈسٹریل ایریا میں پہنچیں۔ جہاں آدھے چاند اور ٹوٹی اسٹریٹ لائٹس کی مدھم روشنی ایک طلسماتی منظر تخلیق کر رہی تھی۔ گولائی میں بنے ٹریک پر دو سائے اپنے اصولوں کو ثابت کرنے کو تیار تھے۔

ازہمیر نے اپنی کورویٹ کا انجن دھڑکایا، جیسے کوئی جنگلی جانور قفس توڑنے کو بے تاب ہو۔ انجن کی گرج نے سناٹے میں دراڑ ڈال دی۔

"یہ صرف تھرل نہیں، یہ زندگی ہے، بھائی!" وہ ہنسا، جیسے شور اس کے دل کو لبھا رہا ہو۔

شاہریز اپنی سیاہ ڈوکاتی پر پر سکون بیٹھا تھا۔ ہیلمٹ کے شیشے کے پیچھے آنکھیں گہری اور حسابی تھیں۔

"تھرل اپنی جگہ، لیکن ریس ہمیشہ اسٹریٹیجی سے جیتی جاتی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ہیلمٹ کس کر پہنا۔

1...2...3!

نوریز کی آواز دونوں کے ائیر پیسسز میں گونجی اور دونوں لپک پڑے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

انجنوں کی گرج، ٹائروں کی چرچراہٹ اور ویرانے کی خوفناک خاموشی ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھی۔

ازہمیر کی سرخ کورویٹ شعلہ بن کر آگے دوڑ رہی تھی۔ شاہریز، حسبِ عادت، پر سکون اور ناپ تول رفتار پر تھا۔

LAP 1....

ازہمیر کی گاڑی، ایک بگولے کی مانند، شوخ سرخ رنگ میں لپٹی ہوئی تھی۔اس کا ہر خم، ہر لکیر طاقت اور غرور کی کہانی سناتی تھی۔انجن کی گرج دور سے سنائی دیتی تو لگتا جیسے زمین کی تہوں سے کوئی دہاڑ رہا ہو۔یہ گاڑی صرف سواری نہیں، بلکہ ازہمیر کے جوش، شوخی اور چیلنج کو قبول کرنے والے مزاج کا عکس تھی۔

پہلا چکر مکمل ہونے کو تھا اور ازہمیر جیسے بلا کسی تامل کے جیت رہا تھا۔وہ شاہریز سے کافی آگے تھا، لیکن اس کے باوجود شاہریز پر سکون انداز میں اپنی پسندیدہ رفتار پر اپنی بائیک چلا رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"لازمی نہیں کہ کوچ ہر بار جیتے!" انجن کے شور میں ازہمیر کی آواز غیر واضح سی تھی۔

نجانے شاہریز نے سنی یا نہیں۔

گاڑی اتنی تیز رفتار تھی کہ لگتا تھا وہ پیچھے تارے بکھیر رہی ہو۔

"یہی تو مزہ ہے۔۔۔تھرل کے بغیر جینا بھی کیا جینا ہے!؟" وہ اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے گنگنایا۔

LAP 2....

لیپ ٹو کی شروعات میں اچانک ایک اور انجن کی آواز ابھری، جس کا بھاری پن جیسے بجلی کی گرج۔

ازہمیر نے پیچھے کے شیشے میں دیکھا، شاہریز نے بھی ایک لمحے کو رخ موڑا۔ گہری سبز شرٹ اور سیاہ کارگو پینٹ کے ساتھ پوری طرح سے ریسنگ گیئر میں ملبوس بائیکر سائے سے نمودار ہوا۔ چپکے سے، مگر برق رفتار۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"It's gonna be more fun, woahhhh!!!"

ازہمیر نے پرجوش انداز میں کہا۔

"I guess."

سیاہ گول گلے والی شرٹ کے ساتھ سیاہ ٹراؤزر پہنے شاہریز نے ہلکا مسکراتے ہوئے کہا۔

دو لوگوں کی یہ ریس اب تین کی ہو چکی تھی۔ بس اب دیکھنا یہ تھا کہ فاتح کون ہو گا۔

دوسری بائیک پر ہیلمٹ کے اندر موجود شخص کی آنکھوں میں جیتنے کے عزم کی چمک تھی۔

اس شخص کی بائیک گہرے سبز اور سیاہ رنگ کی تھی، جس پر نگاہ پڑتے ہی مقابلے کا شوردل

میں اُٹھنے لگتا تھا۔اس کی ساخت تیز دھار خنجر کی طرح باریک اور نوکیلی تھی، جیسے ہر لمحہ دشمن کو کاٹ کر آگے بڑھنے کو تیار ہو۔انجن کی آواز میں ایک عجیب سا اضطراب تھا، جیسے ضبط میں رہتے ہوئے بھی بغاوت کرنے کو بے تاب ہو۔لگتا تھا یہ سواری اس کے مزاج کی طرح باغی، ضدی اور صرف فتح کے لیے پیدا کی گئی تھی۔

وہ ہوا کو چیرتا ہوا گاڑیوں کے بیچ سے نکلتا، رفتار کو قابو میں رکھے آگے بڑھ رہا تھا۔

"Knew it."

دونوں سے آگے نکلتے اجنبی شخص کی آواز ہیلمٹ کے پیچھے سے ابھری۔اس کی آواز میں جیت کا خمار لگتا تھا۔اس کے پیچھے ازہمیر اور اختتام میں شاہریز۔

لیپ ٹو اختتام پذیر ہوا۔۔۔

"دھت یار!"ازہمیر نے غصے سے اسٹیئرنگ پر مکا مارا جبکہ شاہریز کی طرف سے خاموشی تھی، صرف خاموشی۔کیا کوچ اپنے پسندیدہ ٹریک پر ہار رہا تھا؟وہاں موجود سائے تاسف سے سوچنے لگے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

LAP 3...

تیسرا لیپ شروع ہوا۔ازہمیر اور اجنبی آگے بڑھے، شاہریز وہیں منجمد رہا، سالئے کا تاسف اور بڑھا۔پھر یک دم، سائے کی نظروں میں جوش ابھرا، شاہریز اپنی باں یک پر تیز رفتاری سے ٹریک پر لپکا تھا۔اس کے

داخلے میں ہیبت تھی، جیسے اندھیرے سے کوئی سایہ ابھرا ہو۔بائیک کے انجن کی آواز باقی سواریوں کے شور پر حاوی ہو گئی۔

شاہریز کی بائیک ایک سیاہ سایے کی مانند تھی، جس کی دھندلی سی جھلک ہی دلوں کو مرعوب کرنے کو کافی تھی۔اس پر کوئی غیر ضروری رنگ یا جھلمل نہیں تھی، صرف سیاہی کا وہ جادو جو روشنی کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔سامنے کی تیز روشنی یوں محسوس ہوتی تھی جیسے اندھیروں کو چیر کر کوئی شخص راہوں پر قبضہ جما رہا ہو۔جب یہ بائیک چلتی تو ہوا کے ساتھ ایک سرگوشی

سی کرتی، جیسے کہہ رہی ہو کہ رفتار ہی اصل طاقت ہے۔یہ بائیک شاہریز کی شخصیت کی طرح خاموش، مگر جلال سے بھرپور تھی۔

اب کے اس کی بائیک ان دونوں کو پیچھے چھوڑتی سب سے آگے تھی۔سیاہ بائیک کو آگے بڑھتا دیکھ کر ازہمیر کو ذرا دھچکا لگا اور شاید وہ یقین کر چکا تھا کہ یقیناً وہ نہیں جیتے گا۔کیا کبھی کوئی کھلاڑی اپنے کوچ سے جیتا ہے؟

البتہ سرمئی آنکھوں والا نوجوان ہار ماننے سے انکاری تھا۔کبھی شاہریز آگے جاتا، کبھی وہ؛تو کبھی شاہریز اسے زچ کرنے کو اپنی بائیک کی رفتار کم کر کے یک دم بڑھا لیتا۔

بالآخر ڈوکاتی، کاواساکی اور کورویٹ سے جیت چکی تھی۔فاتح کی آنکھوں میں گہرائی اور چمک بڑھی، ہونٹ خاموش رہے۔

مقابلہ ابھی باقی تھا۔

FINAL LAP....

آخری لیپ شروع ہوتے ہی وہ تینوں ٹریک سے ہٹ گئے۔شاہریز کی سیاہ ڈوکاتی زمین کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی۔انجن کی گرج جیسے خالی گوداموں کے اندر ہزار بار گونجتی جا رہی ہو۔

Clubb of Quality Content

عین اس کے پیچھے ازہمیر کی سرخ کورویٹ کے ٹائروں نے چنگاریاں اڑائیں،اور پھر اچانک ایک اندھیرے گلیارے سے سبز ننجا نکل کر دونوں کے بیچ گھس آئی۔

تینوں سواریوں کا شور اس سنسانی میں ایسے لگ رہا تھا جیسے جنگل میں طوفان برپا ہو۔ایک موڑ پر آکر، کورویٹ نے اپنی پوری باڈی دائیں جانب جھکائی، بائیکس بائیں طرف لپکیں۔لمحے بھر کو لگا کہ یہ تینوں آپس میں ٹکرا کر صرف دھات اور شعلے بن کر رہ جائیں گے، لیکن سب اپنی ضد اور جنون کے سہارے اس المیے سے بال بال بچے۔

ایک ٹوٹی ہوئی فیکٹری کے سامنے سے گزرتے ہوئے، شاہریز کی بائیک اتنی تیز گزری کہ زنگ آلود کھڑکیوں کے شیشے دھڑ دھڑ کر کے زمین پر گرنے لگے۔ازہمیر کی گاڑی نے قریب کھڑے ایک پرانے کرین سے ٹکراتے بچی،دونوں کا فاصلہ نہایت کم تھا اور تبھی نجا ایک سایے کی طرح ان دونوں کے بیچوں بیچ راہ بناتے چلی گئی۔

اب صرف آخری سیدھی لائن باقی تھی۔فنش تک پہنچنے کے لیے چند سیکنڈ،اور ان تینوں کے درمیان فاصلہ ایک لمحے کی سانس جتنا۔

اچانک ایک زنگ آلود کنٹینر زوردار آواز کے ساتھ ایک طرف سے لڑھکتا ہوا ان کے منتخب کردہ ٹریک پر آ گرا۔لمحہ بھر کو تینوں کے سامنے صرف موت کھڑی تھی۔

شاہریز نے بائیک کو آخری لمحے پر گھما کر کنٹینر کے کنارے کو چیرتی ہوئی گزار دی۔ اجنبی نے بس ہینڈل مضبوطی سے تھاما، اور ننجا ایک سیاہ بجلی کی طرح کنٹینر کے برابر چھوٹے سے فاصلے سے گزر گئی۔ ازہمیر نے بریک مارنے کے بجائے رفتار اور بڑھائی، کورویٹ کے نیچے سے چنگاریاں برسیں اور وہ کنٹینر کے دوسری جانب سلائیڈ کرتی ہوئی نکل گئی۔

دھول، شور اور لوہے کی دھمک نے لمحے بھر کو سب کچھ ڈھانپ لیا۔ دھول، دھواں اور تھمتی ہوئی ھڑکنیں۔۔۔ لیکن اگلے ہی لمحے تینوں اپنی اپنی سواریاں سیدھی رکھتے ہوئے فنش لائن کے پار تھے۔ یوں لگ رہا تھا کوئی ایک دوسرے سے آگے تھا، نہ پیچھے۔

البتہ، اگر ہم کچھ لمحے پیچھے جائیں۔۔۔ بالکل آخری اسٹریچ میں، شاہریز کی بلیک ڈوکاتی کو دیکھ ایسا لگے گا جیسے اندھیرے نے اُسے خود دھکیل کر آگے بڑھا دیا ہو۔ انجن کی دھاڑ دونوں کے شور کو کاٹتی پل بھر کے لیے دونوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے وہ فنش لائن پار کر چکی تھی۔

محض ایک سیکنڈ کے فرق سے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ازہمیر نے اسٹیئرنگ پر مکا مارا، بائیکر کا ہیلمٹ کے پیچھے چھپا چہرہ لمحہ بھر کو سخت ہوا، اور شاہریز... وہ ہیلمٹ اتارے بغیر ہونٹ کا ایک کنارہ بے اختیار سا اٹھا، جیسے کوئی دبی دبی مسکراہٹ کھیل گئی ہو۔

خود سے گویا ہوا۔۔۔

"ہم چاہتے تو آغاز ہی میں بازی جیت لیتے مگر کھیل جیتنے کا اصل لطف تب ہے جب مخالف کو یقین ہو کہ وہ جیت رہا ہے۔"

دھول اور دھواں آہستہ آہستہ بیٹھنے لگا۔ مدھم روشنی میں تینوں مشینیں ایک ساتھ قطار میں کھڑی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

Chevrolet Corvette Z06 اپنی سرخ باڈی کے ساتھ اب بھی یوں لگ رہی تھی جیسے شعلے اگلنے کو تیار ہو۔

Ducati Panigale V4 (Matte Black Edition) ایک سیاہ سایہ، جو اندھیروں میں بھی اپنی دھاک بٹھائے کھڑا تھا۔

Kawasaki Ninja ZX-10R، سبز اور سیاہ کا امتزاج لیے، ہوا کو چیر نے کے بعد اب سکون سے سانس لیتی محسوس ہو رہی تھی۔

زمین پر تینوں لیٹے تھے، پسینے سے شرابور، سانسیں بے و۔

ازہمیر نے بلا جواز قہقہہ لگایا، گردن ہاتھوں پر ٹکائے آسمان کو دیکھتے ہوئے کہا،

"اوہ یار۔۔۔ یہ ریس تھی یا موت کے منہ میں چھلانگ؟"

شاہریز کی گہری آنکھیں پر سکون تھی۔ازہمیر کی بات سن کر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"ریس کبھی موت سے دور نہیں ہوتی، فرق یہ ہے کہ ہم اسے کھیل لیتے ہیں۔"

تیسرا شخص آہستہ سے سیدھا ہوا اور ہلکی آواز میں بولا،

"اچھا کھیل تھا۔ویسے نام بتانا چاہوں گا۔زنیر.... زنیر حمدان۔"

ازہمیر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر ہاتھ بڑھایا۔

"ازہمیر حیدر۔امید کرتا ہوں کہ یہ ہماری آخری ریس نہیں ہو گی۔"

شاہریز نے بھی اس سے مصافحہ کیا۔

"شاہریز مغل اور ہمیں یقین ہے کہ اگلا کھیل مزید دلچسپ ہو گا۔"

ایک لمحے کے لیے تینوں کی نظریں آپس میں الجھیں۔اور یہ طے ہو گیا کہ یہ صرف پہلی ملاقات تھی۔

اصل ریس اب شروع ہونے والی تھی۔

****

****

اس سے قبل کی رات کا سیاہ پردہ ان تینوں کو اپنی آغوش میں لے، ہم رخ کرتے ہیں ایک ایسی دنیا جو بیک وقت دلفریب بھی ہے اور خوفناک بھی،اور جسے تاریکی نے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔

صبح صادق کا وقت تھا اور آفتاب کی ہلکی و نرم روشنی شیش محل کی شفاف دیواروں سے منعکس ہو کر شہر کو ایک دلکش طلسمی جلوہ بخش رہی تھی۔ محل کا ہر گوشہ، وقت کے دھندلکوں میں کھوئی ہوئی یادوں کی طرح،اس پر سکون شہر کی رونق میں اضافہ کر رہا تھا۔ مگر اس پر سکون ماحول میں آج ایک غیر معمولی ہلچل تھی، کیونکہ قیصرہ خاتون اپنے جلال و جبر کے ساتھ محل تشریف لا رہی تھیں۔

ملکہ اپنے کمرے میں کسی سوچ میں محو تھی کہ ہاجرہ نے آہستہ سے آنکھوں میں احترام و خوف لیے ہوئے کہا، "قیصرہ خاتون تشریف لا رہی ہیں۔"

ملکہ نے اپنے شاہی لباس کو نزاکت و شائستگی کے ساتھ سنبھالا اور خاموشی کے ساتھ باہر قدم بڑھا دیے۔ ہاجرہ گردن جھکائے ان کے پیچھے چل دی، اور چند مزید خادماؤں میں ادب سے چلتے ہوئے ان کی پیروی کرنے لگیں۔

قیصرہ خاتون کے قدم قدم پر جو رعب چھپا تھا، جس نے راہداری میں موجود ہر آنکھ کو ان کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ جھریوں زدہ چہرے پر سختی اور وقت کی بے رحمی کی چھاپ نمایاں تھی، لیکن ان کی آنکھوں میں ایک نرم تاثر بھی جھلک رہا تھا، جو صرف اُس سامنے سے آتی لڑکی کے لیے مخصوص تھا۔

ملکہ ان کے قریب پہنچی، عقیدت و محبت سے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بوسہ دیا، اور ردِ عمل میں قیصرہ خاتون نے اس کے کندھے پر ہلکی تھپکی دی، جس سے ملکہ سیدھی ہوئی اور دل میں ایک عجیب سکون محسوس ہوا۔

"کیسی ہیں آپ؟" ملکہ کے لہجے میں محبت کی لہر تھی۔

قیصرہ خاتون نے نرمی سے جواب دیا، "میں ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں؟ کوئی پریشانی؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پہلے آپ آئیں، ہمارے کمرے میں، وہاں بات کرتے ہیں۔" ملکہ ان کا ہاتھ تھام کر انہیں اپنے ساتھ لے گئی۔

کمرے میں قیصرہ خاتون کھڑی تھیں، انہیں کھڑا دیکھ ملکہ نے انہیں زبردستی پلنگ پر اپنے قریب بٹھایا۔

"ہم غاں بہ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔" اس بار ملکہ کے لہجے میں تلخی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہیں؟" قیصرہ خاتون نے ان کے چہرہ پر ہمدردی یا پرانی دوستی کے آثار کھوجنے چاہے، مگر چہرے کے تنے نقوش سے ایک ہی جذبہ نمایاں تھا، نفرت!

"میں جانتی ہوں، وہ ایک وقت میں آپ کی بہترین ساتھی رہی ہے..." ملکہ کے ہونٹ بھنچ گئے، آنکھوں میں زخمی پن کی سرخی اتر آئی۔ جو اُن کی آنکھوں سے چھپ نہیں سکی تھی۔

"مگر کل جو کرنا ہے، وہ بہت اہم ہے۔ ہم ایک جان کی خاطر سو جانوں کو قربان نہیں کر سکتے۔ وہ بالکل میری بیٹی کی طرح ہے، لیکن میں۔۔۔ میں کیا کروں؟ میرے ہاتھ بھی بندھے ہیں۔" آخر میں ان کی آواز کپکپانے لگی، لہجے میں مایوسی جھلک رہی تھی۔

ملکہ نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔ ماحول کے بوجھل پن کو کم کرنے کے لیے قیصرہ خاتون بولیں۔۔۔

"محافظہ اور مؤرخہ کہاں ہیں؟ بلکہ آپ رکیں، میں ہی انہیں بلاتی ہوں۔"

انہوں نے ہاجرہ کو ان دونوں کو بلانے کا کہا۔ پھر انہوں نے ملکہ سے سرسری باتوں کا سلسلہ شروع کیا اور موقع پا کر اسے اپنی صحت و آرام کی غفلت پر خفگی بھی جتائی۔ ملکہ کے چہرے پر اگرچہ ان کے لیے والہانہ عقیدت اور بے پناہ محبت کے نقوش نمایاں تھے۔ تاہم، انہی نقوش کے پس منظر میں ایک دھندلا سا اندیشہ بھی چھپا تھا۔ ایسا اندیشہ جو ان کے دل میں قیصرہ کی اپنے لیے محبت اور اپنی اُن کے لیے الفت کے توازن پر سوالیہ نشان ڈال رہا تھا۔ یہ پوشیدہ خدشات قیصرہ خاتون کی بصیرت افروز آنکھوں سے اوجھل نہ رہ سکے، وہ انہیں بہ خوبی پڑھ چکی تھیں۔

دروازے پر ایک مدھم سی دستک نے قیصرہ خاتون اور ملکہ دونوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرلی۔ نظر اٹھائی تو دہلیز پر محافظہ اور مؤرخہ سراپا ادب کھڑی تھیں۔ قیصرہ نے شفقت سے ایک ہاتھ محافظہ کی سمت بڑھایا اور دوسرا مؤرخہ کی طرف، دونوں نے عقیدت و احترام کے ساتھ آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ کو چوما، بالکل اسی انداز میں جیسے کچھ وقت قبل ملکہ نے بوسہ دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قیصرہ خاتون نے نرم لہجے میں ان کے احوال دریافت کیے ہی تھے کہ محافظہ کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔

"ماں، آپ نے اُس وقت کسی کو روکنے کی سعی کیوں نہ کی جب سبھی بضد تھے کہ غاںٔبہ کو بے دخل کیا جائے؟ کچھ تو لائحہ عمل کیا جا سکتا تھا! نجانے وہ وہاں کس حال میں ہو گی..." اس کے لہجے میں دلگیر کسک تھی۔

قیصرہ خاتون نے گہرا سانس بھرا، ان کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"بیٹی، میرے اختیار میں ہوتا تو میں اُسے کسی صورت نہ جانے دیتی، لیکن میرا مقام صرف آئندہ ملکہ اور اس کے رفقاء کی تربیت تک محدود ہے، اس سے آگے میری کوئی حیثیت نہیں..." یہ کہتے ہوئے وہ اپنے آنسو آستین سے پونچھنے لگیں۔

یہ منظر وہاں موجود تینوں لڑکیوں کو خاموش کر دینے کے لیے کافی تھا۔ مؤرخہ، جو خود بھی لرز سی گئی تھی، فوراً اٹھ کر قیصرہ کو سنبھالنے لگی۔ اس پر ملکہ اور محافظہ بھی قریب آ گئیں۔

قیصرہ خاتون ہچکیوں کے درمیان اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔ ان کے الفاظ میں ایسا درد تھا جس نے مؤرخہ کو غمگیں کر دیا، البتہ ملکہ اور محافظہ کے دلوں میں نئے سوالوں کو جنم دے گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ملکہ، جو کل کے انکشافات کے بوجھ سے پہلے ہی الجھی ہوئی تھی، اب مزید پیچیدگیوں میں گھر گئی، تاہم غاں بہ کے معاملے پر وہ اب بھی بے حس تھی۔ اس کے برعکس محافظہ کے دل میں قیصرہ کے لیے غیظ و غضب پنپنے لگا تھا۔ اس کے لیے قیصرہ خاتون کے جوابات کسی طور اطمینان بخش نہ تھے۔ اگر وہ چاہتیں تو غاں بہ کو بے دخلی سے بچا سکتی تھیں، ان کے پاس اختیار بھی تھا، رعب بھی۔ پھر یکایک انہوں نے خود کو کمزور اور بے بس کیوں ظاہر کیا؟ کیا وہ بھی وہی چاہتی تھیں جو بقیہ اہلِ شہر چاہتے تھے؟ مگر آخر کیوں؟

اسی کشمکش کے دوران دن اپنی سانسیں گنوا کر اختتام کو پہنچا اور شب کا سیاہ پردہ سارے شہر پر چھا گیا۔ شہر کا ہر فرد آنے والے دنوں کے فیصلے کو لے کر خدشات کا شکار تھا۔ بیشتر کو یہی خوف دبوچے ہوئے تھا کہ عین وقت پر غاں بہ کو بچا لیا جائے گا اور پھر اس سرزمین پر تباہی کا وہ طوفان ٹوٹے گا جسے کوئی نہ روک سکے گا۔ تاہم، ان خدشات کے ہجوم میں کچھ دل ایسے بھی تھے جو اب بھی کسی دھندلی سی امید سے بندھے ہوئے تھے۔ شاید، بس شاید سب کچھ خیر و عافیت سے گزر جائے۔

****

****

چودھویں کا چاند آسمان پر بادلوں کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا۔ جب کبھی جھلکتا تو چاندنی ہر سُو پھیل جاتی۔ اس عجیب کشمکش بھری رات میں غالباً نور جہاں خاتون کے گھر سے نکلی۔ سر تا پا گہرے سرمئی چغے میں لپٹی، قدم برق رفتار کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ چلتے چلتے وہ محل کے پیچھے واقع چٹیل میدان میں موجود اُس کنویں کے پاس جا کر بیٹھی، جو کل اس کی سزائے موت کی جگہ تھا، مگر جانے کیوں اسے اس مقام سے انسیت تھی۔

کنویں سے ٹیک لگائے، اپنے کندھے سے لٹکا تھیلا اتار کر برابر میں رکھا اور آسمان پر جھانکتے چاند کو تکنے لگی۔ چہرہ بے تاثر، آنکھوں میں پنہاں راز جیسے چھلکنے کو بے تاب۔ دیر تک وہ اسی حال میں بیٹھی رہی، پھر جب کمر دکھنے لگی تو پہلو بدلا۔ مٹی پر نظر پڑی تو ایک خیال کے تحت مٹی پر انگلیوں سے انجانے نقش بنانے لگی۔ سیاہ شب، سنسان میدان، وہ اور اس کی سوچوں کے قیدی دل و دماغ۔

اچانک قدموں کی چاپ نے سکوت کو توڑا۔ سیاہ شاہی لباس میں ملبوس شہزادہ کنویں کی دوسری طرف آٹھہرا۔ ایک لمحے کو آگے بڑھنا چاہا، پھر کسی خیال کے تحت وہیں بیٹھ گیا۔

چند پل بعد، گہرے سبز چغے میں محافظہ بھی نمودار ہوئی اور تیسری جانب ان کی مانند بیٹھ گئی۔

Clubb of Quality Content

"کیا کوئی اور راستہ ہے؟" ایک ہی سوال تھا، جو تینوں نے ایک ساتھ پوچھا، البتہ تینوں کے لہجے مختلف۔

غائبہ کا لہجہ انہیں حقیقت کو تسلیم کروانے والا تھا،

محافظہ کی آواز میں التجا تھی، جیسے کوئی بیچ کا راستہ ڈھونڈنے کی آس ہو۔ اور شہزادے کا لہجہ۔ سخت، مگر کچھ بوجھل سا۔ جیسے وہ مقدر کے فیصلوں کو روک دینا چاہتا ہو۔

ایک ہی جملا سن کے تینوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ محافظہ نے گہرا سانس بھرا اور آہستہ سے حتمی انداز میں کہا،

"میرے بس میں جو ہو سکا، کروں گی۔ اپنی واحد دوست کو مقدر کا لکھا سمجھ کر گنوا نہیں سکتی۔"

غائبہ اٹھی اور اس کے سامنے آکر بیٹھی۔ آنکھیں میں ڈھیروں ان کہی باتیں تھیں، اُس نے بھوری آنکھوں والی لڑکی کی طرف ایک خط بڑھایا۔ محافظہ نے فوراً اسے لے کر کھولنا شروع کیا ہی تھا کہ

"ابھی نہیں۔۔۔ اسے محل جا کر پڑھنا۔"

التجائی لہجے پر دل کے بوجھ تلے دبی محافظہ نے خط کو اس طرح تھام لیا، جیسے وہ اُس کی سب سے قیمتی متاع ہو، گویا پوری زندگی کا حاصل اسی کاغذ میں پوشیدہ ہو۔

پھر دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام لیے، جیسے اندھیروں میں دو مشعلیں ایک دوسرے کو سہارا دے رہی ہوں۔ ہر سمت کی چاندنی اور بھی تابندہ ہو گئی، جیسے آسمان نے ان لمحوں کو جاودانی روشنی بخش دی ہو۔

دونوں کے لیے کسی کے سامنے اشک بہانا کمزوری تھی، مگر اس ساعت اُن کی آنکھوں میں چھپی نمی چمکنے لگی۔ اُن اشکوں پر چھلکتی چاندنی کا نقرئی ہالہ ایسا لگتا تھا جیسے چاندی کے جھرنے بہہ رہے ہوں۔

اُن کے ہاتھ تھامنے میں وہ خاموش اقرار چھپا تھا کہ ان کا رشتہ ہر قسم کے دنیاوی بندسے بالاتر ہے۔ وہ روح کے ازل سے ایک دوسرے کی مقرب تھیں۔

"ہم جدا نہیں ہوں گے، سوائے اُس موت کے جو رب نے لکھی ہو۔ کہ رب مخلص لوگوں کو یوں جدا نہیں کرتا۔" ہم آواز ہو کر کہا گیا۔

نم آنکھوں کے ساتھ لبوں پر مسکراہٹ آئی تو منظر یوں لگا جیسے بارش میں دھوپ نکل آئی ہو۔

"اب تمہیں جانا چاہیے۔ کافی وقت ہو گیا ہے۔ میں نہیں چاہتی کسی کو شک ہو۔" غاںٗبہ نے نم آواز میں کہا۔ محافظہ ڈھیروں جذبات اپنے اندر دفن کرتی اٹھی۔

"باقی باتیں پھر سہی، اور خبر دار جو تم میری تمام باتیں سنے بغیر اس دنیا سے چل دی۔" ضبط شدہ لہجے میں کہا جس پر وہ دونوں ہلکا سا ہنس دی، دلوں کو زخمی کرنے والی ہنسی۔ اُس نے جاتے جاتے پلٹ کر اپنی دوست کو آخری بار دیکھا، پھر کفِ نفس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ غاںٗبہ محافظہ کی جگہ پر اسی کے انداز میں کنوئیں سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔ شہزادہ جواب تک ایک خاموش تماشائی تھا، اس نے ترچھی نظر سے چاندنی میں نہائی لڑکی کو دیکھا اور بے تاثر لہجے میں کہا۔۔

"وقت ہے، بھاگ جائیں۔"

غاںٗبہ کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔ "شکریہ، مگر بہتر ہو گا آپ اپنے غیر مفید مشورے اپنے پاس رکھیں۔"

شہزادے کی آنکھوں میں دبے دبے غصے کی جھلک لہرائی۔"مجھے کوئی شوق نہیں مشورے دینے کا۔میری بلا سے آپ کھائی میں کودیں یا تخت پر چڑھیں۔"

"کسی کو غصہ آرہا ہے۔"وہ ہنس دی۔

"اور کوئی بے عقل ہو چکا ہے!"وہ مزید تپ گیا۔

"میں وجہ بتا چکی ہوں۔بس سب ویسا ہو جائے جیسا میں نے سوچا ہے۔"

"لازمی نہیں سب ویسا ہو۔غیر آزمودہ لائحہ عمل نقصان دہ،اور پیشن گوئی جھوٹ بھی نکل سکتی ہے۔لالچ مت کیجیے۔"

"اپنا حق لینے کو لالچ کہتے ہیں؟"

"جسے آپ حق سمجھتی ہیں وہ دراصل آپ کا نہیں۔'غاسق'مت بنیے۔"

لڑکی کی آنکھیں چمکیں۔"ایک 'غاسق' دوسرے 'غاسق' کو مزید 'غاسق' بننے سے روک رہا ہے؟"

وہ سرد لہجے میں گویا ہوا،"آپ ابھی 'غاسق' نہیں بنیں اور 'غاسق' بننا آسان نہیں ہوتا، محترمہ۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔چغے پر سے نادیدہ گرد جھاڑی اور ایک لمحے کو خاموش بیٹھی لڑکی کو پلٹ کر دیکھنا چاہا، لیکن ضبطِ ارادی سے سیدھا آگے بڑھ گیا۔

****

****

حال

سزا کا دن!

سورج کی پھیلتی کرنیں شہر کو جاذب بنا رہیں تھی، تاہم اس جاذبیت کے باوجود شہر کی فضا وزنی معلوم ہوتی تھی۔آج شہر سے تھوڑا سا فاصلے پر موجود چٹیل میدان لوگوں سے کچھا کھچ بھرا ہوا تھا۔پس مردہ چہرے، خوفزدہ آنکھیں شاہی محل کے باسیوں کی منتظر تھیں۔قیصرہ خاتون پہلے سے ہی ملکہ کے لیے عارضی طور پر بنائے گئے تخت کے قریب اپنے لیے مختص جگہ پر اپنے جاہ و جلال کے ساتھ بیٹھی تھی۔بلآخر ان کا طویل انتظار اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ رات کا منظر ان کے ذہن کے پردے پر ابھرا، جب وہ محل سے رہائش گاہ کی طرف جا رہی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

("ہاجرہ" انہوں نے اپنے پیچھے چلتی ملکہ کی خادمۂ خاص کو مخاطب کیا تو اس نے اپنے قدموں کی رفتار ان کی بات سننے کو بڑھا دی۔

"مجھے اندازہ ہوا ہے کہ غاں بہ واپس آ چکی ہے۔ مجھ پر واضح کرو کہ تم نے یہ خبر مجھے وقت پر کیوں نہیں دی۔" یہ کہتے وہ رکیں اور فوراً سے پلٹیں جس پر ہاجرہ نے بمشکل خود کو ان سے ٹکرانے سے روکا۔

اس وقت ہاجرہ کی حالت بلکل کسی عقاب کے شکار میں پھنسے پنچھی کی سی تھی، جس کے چاروں طرف عقاب کے پر منڈلا رہے ہوں اور نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہ آ رہا ہو، وہیں اس کے سامنے کھڑی عورت کی مثال اس شکاری عقاب جیسی تھی جو بغیر ترحم کے اپنے شکار کو نگل لینا چاہتا ہو۔ سامنے کھڑی عورت کی آواز کسی برفیلے طوفان کے جھونکوں جیسی سرد لگتی تھی جس سے ہاجرہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی اور ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔

اس سے پہلے پنچھی اپنی گھبراہٹ اور خوف کو قابو کرتے کوئی جواب دیتا۔ عقاب نے اپنے سرد لہجے میں اُسے پھر سے مخاطب کیا اور کہا۔

"یہ تمہاری پہلی اور آخری کوتاہی ہے، ہاجرہ۔ دوبار بخشش کی امید مت رکھنا!" شکاری آگے بڑھ گیا جبکہ پنچھی ابھی تک بخشے جانے پر آنکھیں حیرت سے وا کیے اس کی پیٹھ کو تک رہا تھا۔

اپنے ماتھے پر آئے پسینے کے قطروں کو صاف کرنے کے لیے وہ ہاتھ بڑھانے لگی تھی کہ کسی نے اسے پکارا۔ جس پر اس نے آواز کی سمت دوڑ لگادی وہ ملکہ کو خفا نہیں کر سکتی تھی۔

راہداری اب سنسان تھی، اور اس کی دیواریں کسی خاموش گواہ کی طرح صدیوں کے بھید اپنے اندر چھپائے کھڑی تھیں۔ جیسے ہر اینٹ پر ماضی کے قدموں کی چاپ اور پوشیدہ سرگوشیاں رقم تھیں۔)

سرخ لباس میں ملبوس ملکہ اپنے کمرے میں بنی دراز کھڑکی سے باہر کو دیکھ رہی تھی۔ آسمان بھی اس کے دل کے موسم کی طرح ابر آلود تھا۔ اس نے باہر کے منظر سے نظریں ہٹا کر اپنے ہاتھ میں موجود اس قیمتی تاج کو دیکھا۔ وہ الجھے ذہن اور عجیب نظروں سے تاج کو تک رہی تھی۔ وہی تاج جو ستاروں کی چمک سے منور لگتا تھا، لیکن اس کی آنکھوں کے سکون کو چُرا چکا تھا۔

ان سوچوں میں خلل دروازے پر دی جانے والی مؤرخہ کی دستک نے ڈالا۔ خون سے مماثلت رکھتے سرخ لباس میں موجود لڑکی نے پلٹ کر سرمئی رنگ کے لباس میں ملبوس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لڑکی کو دیکھا۔ سرخ لباس والی لڑکی کو سرمئی لباس والی لڑکی سوگ میں ڈوبی نظر آئی، جب کہ سرمئی لباس والی لڑکی کو سرخ لباس میں ملبوس لڑکی کی آنکھوں میں ابھرتی سفاکی کو دیکھ کر خوف آیا۔ مؤرخہ کا خوف زدہ چہرہ دیکھ کر ملکہ نے اس کی جانب اپنی پیٹھ کر لی۔ "کیوں آئی ہیں آپ؟" اس کا لہجہ نرمی لیے تھا۔

مؤرخہ اس کی طرف بڑھی اور ہمت مجتمع کرتے کہا. "آپ نے کہا تھا کہ جب ہمیں اُس مقام پر جانا ہو تو میں آپ کے ساتھ رہوں۔"

اس سے پہلے ملکہ اسے جواب دیتی مؤرخہ نے بات جاری رکھتے مزید کہا، "کل تک مجھے لگتا تھا کہ آپ دل پر جبر کر کے یہ سارے فیصلے کر رہی ہیں۔ آج آپ کی آنکھوں کی سفاکی اور آپ کے زیب تن کیے لباس کا رنگ کچھ اور ہی کہہ رہا ہے، ملکہ!" آخری چند الفاظ کہتے اس کا لہجہ سخت ہونے کے باوجود کانپا تھا کیونکہ اپنوں سے یوں بات کرنا اس کے مزاج کے خلاف تھا۔

ملکہ نے اپنے ہاتھ میں موجود تاج کو اپنے سر کی زینت بنایا اور اک سنگین مسکراہٹ لیے مؤرخہ کی طرف پلٹی۔ جو اس مسکراہٹ کو دیکھ اک پل کو چونکی۔ چہرا تن گیا۔

ملکہ چند لمحے اسے یوں ہی دیکھے گئی پھر اس نے بولنا شروع کیا۔وہ اس وقت مؤرخہ کی دوست نہیں تھی۔وہ اس وقت صرف اس شہر کی ملکہ کی تھی اور اسی طرح کی سختی اور سفاکی لیے بول رہی تھی،

"آپ مؤرخہ ہیں اور ہم ملکہ ہیں.....'**ملکہ!**'"اس نے لفظ ملکہ پر زور دیتے کہا۔

"ہم پر اس شہر کے لوگوں کی حفاظت کی زمہ داری عائد ہے اور ان لوگوں میں آپ بھی شامل ہیں۔جب ملکہ تخت پر بیٹھتی ہے تو وہ ماں،دوست،بیٹی یا بہن نہیں رہتی وہ صرف اور صرف ملکہ بن جاتی ہے جسے عوام کی فلاح کی خاطر پیچیدہ اور ظالم فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔جب ہم تخت پر بیٹھتی ہیں تو تخت ہمارا نہیں ہوتا۔۔ہم اس تخت کے ظلم و جبر اور نحوست کا نشانہ بنتے ہیں،یہ تخت بہت منحوس ہے۔"مؤرخہ نے ملکہ کے لہجے کی سختی اور سرد پن کو محسوس کیا تو اس کی گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔

کمرے میں سکوت چھانے لگا،در و دیوار جیسے توجہ سے سانس روکے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔مؤرخہ کے جملے نے سکوت توڑا۔

"خیال رکھیے گا ملکہ کہیں اس تخت کی نحوست آپ کے اندر موجود انسانیت کو بھی نا نگل جائے۔"

اس نے دور کہیں خلا میں دیکھتے ہوئے کہا، جیسے کسی آنے والی صورت حال کا نقش کھینچ رہی ہو۔اس کی بات سن کر ملکہ کے دل نے جھرجھری سی لی، تاہم اس نے اپنا لہجہ اور چہرہ بے تاثر رکھتے ہوئے کہا، "شاید یہی ہماری تقدیر ہے، اس تخت کی سخت آزمائش سے گزرنا۔اپنے دل کو مار کر فیصلے لینا، پھر چاہے اس میں ہماری رضا ہو یا نہ ہو۔"

"ہمیں چلنا چاہیے۔ سزا کا وقت قریب ہے۔" ملکہ سنجیدگی سے کہتی باہر کی طرف بڑھی۔

مؤرخہ نے آخری بار اپنے سامنے سے گزرتی ملکہ کی آنکھوں میں دیکھا، مگر جو جواب اسے وہاں ملا وہ خوفناک تھا۔وہ ظلمت لیے آنکھیں تھیں، جن میں نہ دوستی تھی، نہ رحم۔پھر بھی مؤرخہ نے ایک قدم آگے بڑھا کر ملکہ کے راستے کو روکا، اس کی آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی، جسے وہ زبردستی گرنے روکے ہوئے تھی۔

"کیا آپ اپنی ہی دوست کو سزا دے کر اپنے تخت کی نحوست کو ختم کریں گی؟"

"اگر یہ وقت کی ضرورت ہے تو ہاں۔"

ملکہ نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا اور اُس کے بغل سے ہو کر بغیر اس کی طرف دیکھے باہر کو بڑھ گئی۔ مؤرخہ کو بھی چار و ناچار اس کے پیچھے جانا پڑا، ملکہ کے اصل ارادے اب تک واضح نہیں تھے، لیکن اُس کی آدھی ادھوری باتیں جہاں مؤرخہ کو تیش دلا رہی تھی، وہیں اسے

افسوس بھی ہو رہا تھا۔ تخت وتاج کے اس کھیل نے ان سب کو کہیں نہ کہیں بے حد شدید طور پر بدل کر رکھ دیا تھا، شاید نا قابلِ شناخت حد تک۔

****
****

محافظہ سیاہ لباس زیب تن کیے اسطبل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا، البتہ اس کی آنکھیں اس کے اندر کا حال بیان کرنے سے باز نہ آئیں۔ بے تحاشہ سوجی ہوئی آنکھیں، کسی قحط زدہ ریگستان کی مانند خشک لگتی تھیں، جیسے آنسو برسوں سے عنقا ہوں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ خود تو یہاں موجود تھی مگر اس کا ذہن؟ اس کے خیالات اپنے کسی گوشے میں بھولی بسری یادوں کے دھند میں بھٹک رہے تھے۔ اسطبل کی فضا دھندلانے لگی، ارد گرد کی آوازیں کہیں بہت پیچھے رہ گئیں، بس ایک منظر تھا، جو سارے اعصاب پر چھانے لگا۔

چند ماہ قبل°~

"سنیں!" غانیہ کی خوشی سے کھنکتی آواز پر مشق کے میدان کے وسط میں کھڑی ہاتھ میں موجود خنجر کا جائزہ لیتی محافظہ نے اپنے سے چند قدم دور کھڑی غانیہ کو دیکھا۔ سنجیدہ اور

سختی سے تاثرات نرم پڑے۔دائیں آنکھ کی ابرو کو اوپر اٹھا کر جیسے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ وہ اتنی سخت تھی کہ لوگ اس سے بات کرنے سے پہلے دس دفعہ سوچتے تھے مگر،اہ، یہ لڑکی!

"ارے ادھر آئیں، آپ کو کسی سے ملانا ہے۔"

اس نے اپنے خنجر کا ایک بار پھر جائزہ لیا۔اُس کی دھار کسی کے بھی جسم کے کسی بھی حصے میں بآسانی پیوست ہو سکتی تھی۔اب اسے کپڑے میں لپیٹنے لگی تاکہ رکھ کر جا سکے۔۔

"جلدی پلیز۔۔۔۔۔"سامنے موجود لڑکی کو نجانے کس بات کی جلدی تھی۔

محافظہ کو جیسے الجھن ہوئی ابھی ایک ماہ پہلے تو وہ یہاں آئی تھی۔اتنی جلدی اسے کہاں عادت تھی لوگوں پر اعتبار کرنے کی اور ان کے یوں حق جتانے کی۔چاروناچار غانیہ کے چہرے پر پھیلی خوشی دیکھ اسے جانا پڑا۔وہ سخت تھی لیکن اتنی خود غرض نہیں کہ کسی کی خوشی کو ماند کردے۔

"ہاں بولو؟"اس نے خنجر اپنے جوتے کے اندر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

اب کی بار غانیہ اس کی طرف آئی۔اس کا ہاتھ پکڑا،اسے اپنے ساتھ لیا اور انجانی سی گلیوں میں گھس گئی۔"عجیب زبردستی ہے۔۔"وہ صرف سوچ سکی،البتہ زبان پر قفل لگا رہا۔

کچھ دیر بعد وہ ان بہت سے اونچے نیچے بنے عام گھروں میں سے ایک گھر کے باہر موجود تھیں۔

کوئی بات تھی جو اس گھر کو باقی گھروں سے منفرد بنا رہی تھی۔اس کی دیواروں پر روغن کا رنگ گہرا بنفشی (لیلک) تھا، لگتا تھا جیسے کوئی بھولی بسری یاد ابھی تک ان پتھروں میں گونج رہی ہو۔

"یہی ہے۔" غاںٗیہ نے پرجوش سا کہا اور دروازہ کھول کر محافظہ کو اندر لے گئی۔

وہ گھر سادہ ضرور تھا، مگر ہر چیز میں وہاں رہنے والے کی نفاست چھلک رہی تھی۔ کھڑکیوں سے چھن کر آتی روشنی دیواروں پر کوئی خوبصورت سا نقش چھوڑ رہی تھی، جیسے کسی قدیم تحریر کی دھندلی جھلک جو آنکھ جھپکتے ہی غائب ہو جائے۔

فضا میں سوندھی مٹی اور کسی انجانی خوشبو کی آمیزش تھی۔ کسی ایسی خوشبو کی، جو پرانی یادوں کے لمس کی طرح دل میں سرایت کر جائے۔ محافظہ کے تناؤزدہ اعصاب پرسکون ہونے لگے۔غاںٗیہ اسے پرسکون ہوتا دیکھ سامنے موجود جھولتی ہوئی کرسی کی طرف بڑھی جو کہ فی الوقت ساکت تھی۔اس پر کوئی عورت بیٹھی شاید کوئی کام کر رہی تھی۔ویسے تو اس کرسی کی

ان کی جانب پشت تھی، تاہم اس عورت کے ہلتے بازوں اس کے مسلسل کام کرنے کا اشارہ دے رہے تھے۔

"کیسی ہے میری فیری گاڈ مدر؟" غانیہ نے چہکتے ہوئے کہا، اور آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھی اس ہستی کو گلے لگا لیا، جن کی پشت ان کی طرف تھی۔

"ٹھیک ہوں، بچے۔" ان کی آواز میں نرمی اور سکون تھا، جیسے برسوں پرانی تھکن مٹانے والی ایک لوری۔ "اور تمہاری دوست کیسی ہے؟"

"وہ بھی اچھی ہے۔ آج لائی ہوں اسے۔" غانیہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل گئی، اس نے محافظہ کو اشارہ کیا کہ وہ آگے آئے۔

محافظہ جیسے کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں ان کی طرف بڑھی۔ جوں ہی وہ قریب پہنچی، وہ مہربان عورت مسکرا کر کھڑی ہوئیں، اور محافظہ کو اپنے بازوؤں میں لے کر گلے لگا لیا۔

وہ لمحہ جیسے وقت سے آزاد ہو گیا۔

محافظہ کے اندر کوئی بند دروازہ کھل گیا، وہ دیوار گر گئی جسے وہ برسوں سے تھامے کھڑی تھی۔ آنسو، جو برسوں سے کہیں گم ہو چکے تھے، کسی طوفان کی طرح اس کی آنکھوں سے نکلنے کو بے تاب ہوئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ سالوں بعد کسی مہربان سایے کے لمس میں تھی۔

کسی ایسی آغوش میں، جو سرزنش نہیں کرتی تھی، سوال نہیں کرتی تھی۔۔۔بس اپنی محبت سے ٹوٹے وجود کو جوڑنے کی طاقت رکھتی تھی۔

"کیسی ہو، بچے؟" وہ آہستہ سے بولیں۔ان کی آواز میں وہ سحر تھا، جو اپنے گرد موجود سب لوگوں کو پر سکون کرنے کا ہنر رکھتا ہو۔

محافظہ کو لگا جیسے کمرے میں چبھتی روشنی مدھم ہو گئی ہو، جیسے ہوا میں ایک نامحسوس سا ارتعاش تھا، جیسے یہ لمحہ صرف اسی کے لیے تھا۔

"میں ٹھیک ہوں اور آپ کیسی ہیں؟" جب وہ بولی تو آواز بے حد دھیمی تھی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں اور بیٹے، چاہو تو مجھے اپنی نانی کی طرح سمجھ سکتی ہو یا پھر جیسے یہاں سب مجھے نور جہاں خاتون بھی کہتے ہیں۔ تم چاہو تو دونوں میں سے کچھ بھی کہہ لو۔"

"میں آپ کو نانو ماں کہہ سکتی ہوں؟" محافظہ نے بے اختیار کہا تو وہ ہلکا سا ہنس دیں۔

"ضرور ضرور، جو چاہے کہو۔" پہلے تو اسے اپنی عجلت پر خود سے ہی کوفت ہوئی لیکن جب انہوں نے ہاں کہا تو اسے اپنی یہی عجلت پیاری لگنے لگی تھی۔ پہلی بار اس کے چہرے پر حقیقی نرمی در آئی۔

وہ دونوں کچھ دیر وہیں رہیں، شاید دونوں ہی اپنے اندر چلتی جنگ سے نجات چاہ رہی تھی اور یہ گھر اس میں کامیاب ہو رہا تھا، خاص کر نور جہاں خاتون۔

تقریباً گھنٹے بھر بعد وہ محل کو پلٹ آئیں۔ محافظہ اپنے کمرے میں جانے لگی تبھی کوئی خیال آنے پر وہ مڑی اور اپنے کمرے طرف جاتی غاںٔبہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے خود کی جانب موڑا۔

"آپ جان بھی نہیں سکتی کہ میرے لیے یہ ملاقات کتنی اہم ہے۔ میں آپ کے اس عمل کے لیے ہمیشہ شکر گزار رہوں گی۔" فرحتِ جزبات سے وہ بول تک نہیں پا رہی تھی۔

"آپ نا بھی سمجھا سکیں تب بھی میں آپ کی آنکھوں سے سمجھ سکتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے غاںٔبہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا اور ہلکا سا مسکرا دی، تاہم آنکھیں سنجیدہ تھیں جو کہ محافظہ کو کچھ عجیب لگا۔

کیا یہ لڑکی واقعی اس کی آنکھیں پڑھ سکتی ہے؟ محافظہ کے چہرے سے مسکراہٹ غاںٔب ہوئی اسے خود کی انکھوں کا پڑھے جانا اچھا نہیں لگا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اتنی آسانی سے اس کے اندر کا حال جان لے، خاص کر ایک انجان لڑکی!

اس کے بدلتے تاثرات دیکھ غاںٔبہ نے اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ ہیزل آنکھوں میں ایک سیاہ جیسے گہرا بھورا ہالہ سا چمکا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میرا مقصد تھا آپ کا لہجہ آپ کی خوشی واضح کر رہا اور نہیں میں آپ کے اندر کا حال نہیں جان پا رہی۔" محافظہ پھر ٹھٹکی ایک طرف وہ کہہ رہی وہ اندر کا حال نہیں جان پا رہی دوسری طرف وہ اس کے اندر کے سوالات کے جواب دے رہی ہے؟

"اچھا میں چلتی ہوں پھر ملاقات ہو گی۔" سامنے موجود لڑکی تو عجلت میں کہہ کر چلی گئی البتہ پیچھے کھڑی لڑکی کو ڈھیروں سوالات تھما گئی۔ جس میں سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ غاںٔبہ کو کیسے پتہ چلا کہ اسے اپنی نانی سے نامل پانے کی کمی کتنی زیادہ محسوس ہوتی ہے اور اگر غاںٔبہ اتنی ہی اچھی اور مہربان ہے تو اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر کیوں ہے؟

یہ سوال کسی خالی خلا کی طرح اس کے اندر گونجنے لگے، جیسے کوئی گمشدہ راز وقت کے دھندلکوں سے باہر آنے کو بے چین ہو۔

****

****

"ملکہ ہماری سمت آ رہی ہیں!"

کسی کی آواز کی گونج نے محافظہ کو خیالوں کے بھنور سے کھینچ کر واپس حقیقت میں لا کھڑا کر دیا۔ اس نے سر اٹھایا اور ملکہ کے ساتھ مؤرخہ کو بھی اپنی سمت آتے دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ملکہ کی چال میں فتح کا خمار چھلک رہا تھا، گویا نحس تخت نے اس کے دل کو پتھر کا کر دیا ہو مگر مؤرخہ۔۔۔۔

مؤرخہ کی چال سوگ میں ڈوبی محسوس ہوتی تھی، جیسے وہ کسی ناقابلِ تلافی نقصان کے بوجھ تلے دب رہی ہو۔

محافظہ نے اپنی آنکھ کے کونے میں ٹھہرے آنسو کے قطرے کو بے دردی سے رگڑا۔

وہ ایک پل کے لیے رکی، پھر قدم آگے بڑھائے۔

"ملکہ!"

وہ ادب سے ہلکا سا سر جھکاتے ہوئے بولی، تاہم اس کے لہجے میں یخ بستہ سی کھوکھلاہٹ تھی۔۔

ملکہ نے رک کر بے نیازی سے دریافت کیا۔

"گھوڑے تیار ہیں؟"

"جی۔"

چند لمحے بعد، وہ سب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر محل کے پچھلے حصے کی طرف روانہ ہو گئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

محافظہ کے دل میں ایک شور سا تھا، ایک تلخی، ایک سوال۔

کیا وہ ملکہ سے کچھ کہے؟

کیا وہ کچھ کہنے کی ہمت رکھتی ہے؟

مگر نہیں۔

یہ وہ ملکہ نہیں تھی جسے وہ جانتی تھی۔

یہ وہ لڑکی نہیں تھی جس کے ساتھ وہ ہنستی تھی۔

یہ بس ملکہ تھی۔

بس تخت کی اسیر، تخت کا ایک اور شکار۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

گھوڑے دھیرے دھیرے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ ہوا میں عجب سی بوجھل خاموشی تھی، جیسے سب کچھ منجمد ہو چکا ہو۔

ملکہ، مؤرخہ اور سپہ سالار! تینوں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھیں۔ گھوڑوں کے سموں کی گونج کے بیچ ہی، ملکہ کی سماعتوں میں ایک مانوس آواز ابھری۔

"ادھر آئیں، میری بات سنیں، بچے!"

اس جملے نے ملکہ کے لیے وقت کو تھام لیا، گرد و پیش غائب ہوا۔اور اس نے خود کو محل کے ایک روشن مگر بھاری کمرے میں پایا۔جہاں قیصرہ خاتون اپنے مخصوص انداز کے ساتھ موجود تھیں۔ان کی آنکھوں میں وہی مہربانی تھی جو ملکہ کے لیے مخصوص تھی۔

"آپ کو پتہ ہے کہ بددعا اس شہر کو کسی بھی لمحے اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔کیا آپ پھر بھی صرف اپنی دوست کو بچانے کا سوچ رہی ہیں؟ ملکہ اتنی سنگدل نہیں ہو سکتی!"ان کا لہجہ دنیا جہاں کی محبت اور فکر لیے تھا۔

سنگدل لفظ ملکہ کو اپنے دل پر کسی خنجر کی طرح کھبا تھا۔اس نے فوراً سے سر اٹھایا اور اپنی سوجن زدہ آنکھوں سے اپنے سامنے موجود عورت کو دیکھا جو اس سے ماں جیسی محبت رکھتی تھی۔

"ہم سنگ دل نہیں ہیں۔"اس کا لہجہ نہایت دھیما تھا جیسے وہ اپنے سامنے موجود وجود سے زیادہ خود کو اس بات کا یقین دلا رہی ہو.

"جانتی ہوں مگر لوگ نہیں سمجھتے،ان کے مطابق آپ غاںٔبہ کو بچانا چاہتی ہیں،ابھی وہ شک میں ہیں لیکن اگر انہیں اس بات کا یقین ہو چلا تو وہ آپ چاروں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اور میں آپ سب کو ایک ساتھ نہیں کھو سکتی۔"

ان کے ٹوٹے لہجے اور سنجیدہ انداز میں کہے جانے والے جملے پر ملکہ نے لب بھینچے۔

"بس ہمارا یہ کہنا ہے کہ وہ اس سب کی حقدار نہیں ہے۔" ملکہ کے لہجے میں بے بسی تھی۔

قیصرہ خاتون کی مسکراہٹ میں سایہ سا لہرایا۔

"ٹھیک ہے، پھر اسے کو بچالیں اور محافظہ، مؤرخہ، عوام اور تخت گنوادیں!" ملکہ کی نظر میں قیصرہ خاتون نے عام سے لہجے میں یہ بات کہی۔ تاہم، یہ صرف وہ خود جانتی تھی کہ یہ کہتے ان کا دل کس تلخی سے بھرا تھا۔ ملکہ کی آنکھوں میں ہمدردی کا آخری رنگ بھی بجھ گیا۔

قیصرہ خاتون نے یہ لمحہ محسوس کیا، اور ان کے ہونٹوں پر ہلکی سی اداس مسکراہٹ کھیل گئی۔

"ملکہ!"

"میرے لیے آپ سب سے زیادہ اہم ہیں، بچے! مجھے بتائیں، آپ کیا چاہتی ہیں؟ جو کہیں گی، وہی ہوگا۔"

"غاں بہ کی سزا" ایک طویل وقفے کے بعد کمرے میں ملکہ کی تلخ آواز گونجی۔ قیصرہ خاتون نے اسے گلے سے لگایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میرے بچے، آپ کے دل کو صبر آئے، بس یاد رکھیئے گا کہ اس میں آپ کی غلطی نہیں ہے اور نہ ہی۔۔۔" قیصرہ اور بھی بہت کچھ اس کی تسلی کے لیے کہہ رہی تھیں، مگر ملکہ کی سماعتوں پر جیسے کوئی پردہ پڑ چکا تھا۔"

اس کا سر قیصرہ خاتون کے سینے پر تھا جبکہ اس کی سوچیں کہیں اور بھٹک رہی تھیں۔

آنکھوں میں تاج کی چمک تھی؛ خاموش لالچ کی چمک۔۔۔۔

****

****

اپنے گھوڑے پر سوار مؤرخہ نے ملکہ کی طرف دیکھا جسکی آنکھوں سے عیاں تھا کہ وہ ذہنی طور پر یہاں نہیں ہے۔ پھر اُس کے ذہن میں خیال ابھرا کہ نجانے شہزادہ میدان میں پہنچا یا نہیں؟ خیر وہ تو ہے بھی ظالم کہیں کچھ مزید غلط ہی نہ کر دے۔ یک دم، اسے اپنی ہی سوچ سے کوفت ہوئی۔ غائبہ، اس کے لیے کیا تھی وہ نہ کبھی خود سے پوچھ سکی اور شاید نہ وہ کبھی کسی کو سمجھا سکے گی۔ آنکھیں نمکین پانی سے بھرنے لگیں تو اس نے سختی سے جھپکا کر کھولیں۔ وہ کسی کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی اور ابھی تو بالکل نہیں۔

کچھ ہی وقت میں گھوڑوں کا قافلہ اس چٹیل میدان میں داخل ہوا۔

گھوڑوں کی سموں کی گونج نے لوگوں کو احساس دلایا کہ فیصلہ کن گھڑی قریب آ پہنچی ہے۔

ملکہ کو دیکھ کر پرستان کے باسیوں نے سر جھکا لیے۔

ملکہ پُر وقار انداز میں آ کر اپنے تخت پر براجمان ہوئی۔

اس کے پیچھے دائیں جانب محافظہ اور بائیں طرف مؤرخہ کھڑی تھیں۔

میدان کے بوجھل پن کی جگہ اب سنجیدگی اور ادب نے لے لی تھی۔اسی لمحے ایک سیاہ گھوڑے پر سوار کوئی اندر داخل ہوا۔

سیاہ چغہ پہنے، سیاہ آنکھوں سے ارد گرد کا جائزہ لیتے اس شخص کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں خوف وہراس کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"ہمیں مدعو تو نہیں کیا گیا، مگر بحیثیتِ شہزادہ اپنا کردار قلیدی جانا، سو چلے آئے۔امید ہے کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی، نہیں ہو گی نا؟"

وہ مسکرایا، پہلے ملکہ کی طرف دیکھا، پھر عوام کی سمت۔لوگ سانس روکے اس شخصیت کو دیکھ رہے تھے۔جس کی مسکراہٹ میں بھی سفاکی کی چمک تھی۔اچانک بھنبھناہٹ سی گونجی، کئی لرزتی آوازیں ایک ساتھ بلند ہوئیں۔

"شہزادے، آپ کا آنا ہمارے لیے باعثِ سعادت ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شہزادے، ہمیں ایسا نہیں لگتا۔"

تبھی ملکہ کی بلند اور ٹھہری ہوئی آواز ابھری۔

"خاموش!"

میدان میں سناٹا چھا گیا۔ عوام کبھی ملکہ کو دیکھتے تو کبھی شہزادے کو۔

ملکہ نے شہزادے کی طرف دیکھ کر ہلکی مسکراہٹ سجائی۔

"عزت مآب، جب آپ آ ہی گئے ہیں تو تشریف لائیے، آپ کا تخت۔۔۔۔"

"میں اپنے گھوڑے پر ہی سوار رہوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اپنے گھوڑے کو میدان کے وسط میں بنے کنویں کی جانب لے گیا۔

لوگوں کی نظریں اس کے ساتھ ساتھ گردش کرتی رہیں،

اور خوف، حیرت، تجسس تینوں ایک ساتھ فضا میں پھیلنے لگے۔

میدان میں رفتہ رفتہ خاموشی گہری ہوتی جا رہی تھی۔

سورج سوا نیزے سے اب ڈھلنے کو تھا، اور اس کی مدھم کرنیں ملکہ کے تخت، شہزادے کے گھوڑے اور مجمع کے چہروں پر ایک سنہری لرزش ڈال رہی تھیں۔

تبھی پہرے داروں کے درمیان سے غائبہ کو لایا گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چہرہ ماند، مگر نگاہ میں وہی ضد، وہی چمک اور وہی سرد آگ۔

جامنی رنگ کے لباس میں ملبوس اس لڑکی کو دیکھ لوگوں کی سانسیں ایک پل کو تھمیں۔

جامنی رنگ شاہی رنگ تھا۔ شاہی لوگوں کے سوا کسی کو اسے پہننے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ تو سراسر بغاوت تھی۔ قیصرہ خاتون نے اسے دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر حیرت و تاسف سے ہاتھ رکھا، ملکہ کے چہرے پر ناگواری ابھری، وہیں محافظہ اور مؤرخہ کی آنکھوں میں تفکر نمایاں تھا۔ ملکہ کے قریب بیٹھی عورت نے اس کے ہاتھ اپنا ہاتھ رکھ کر اسے ضبط کرنے کا عندیہ دیا۔

ملکہ نے گہرا سانس بھرا اور نپے تُلے لہجے میں کہا،

"غائبہ، جیسا کہ تم جانتی ہو کہ تمہارا وجود یہاں کے لوگوں کی بقاء کے لیے خطرے کا باعث ہے ساتھ ہی تم پر بغاوت اور درباری حکم عدولی کا الزام ہے۔

لہٰذا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے کہ تمہیں اس کنویں میں پھینک دیا جائے جہاں سے دھوکہ دینے والوں کے لیے کوئی واپسی نہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میدان میں سرگوشیاں پھیل گئیں۔آنکھیں پر سکون ہونے لگیں سوائے چند نگاہوں کے۔ کچھ میں ایک اذیت تھی۔تو کچھ کا تاثر آپ سمجھنا چاہیں تو سمجھ نہ پائیں کہ وہ پر سکون ہیں یا بے قرار؟

غائبہ نے آہستہ سے گردن اٹھائی، چہرہ کے تاثرات پتھر کی مانند سخت لیکن لہجہ متوازن اور دھیما۔

"سزا کے حکم کے بجالائے جانے سے پہلے، کیا مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟"

ملکہ نے خاموشی سے نفی میں گردن ہلائی۔

اس کے باوجود غائبہ کی آواز فضا میں گونجی۔پر سکون، مگر سخت ہوئی۔

"تم، تم، تم اور تم سب۔۔"اس نے شہادت کی انگلی اٹھائی، ملکہ، سے لے کر قیصرہ خاتون، ہاجرہ اور پھر ہجوم تک اس انگلی سے اشارہ کرتی گئی۔"جب جانو گے کہ حقیقت کیا ہے تب تم سب اپنے عمل پر پچھتاو گے۔مجھ سے جان چھڑانا اتنا آسان لگتا ہے تمہیں؟جو حق مجھے حاصل ہے وہ حق مجھ سے کوئی کبھی نہیں چھین سکتا۔"سپاہی اس کے بولنے کے بیچ اس کی طرف بڑھ رہے تھے، مگر شہزادے کی تنبیہ کرتی نظروں کو دیکھ کر رک گئے۔ہر طرف خاموشی کا راج ہونے لگا۔سکوت اتنا کہ ہوا کی سرسراہٹ بھی سنائی دے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ملکہ نے بغیر جواب دیے نظریں پھیر لیں جیسے وہ اسے جواب دینا اتنا ضروری نہ سمجھتی ہو۔

"محافظہ!" آواز میں فیصلے کی کڑک تھی۔

"اسے لے جائیں اور آپ واقف ہیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔"

محافظہ کے قدم ہلنے سے انکاری ہوئے۔

"ملکہ! یہ۔۔یہ درست نہیں!"

"یہ حکم ہے!"

"میں آپ کے ہر حکم کی پابند نہیں ہوں!" اس نے سنجیدہ اور نپاتُلا لہجہ اختیار کیا۔ مجمع حیرت زدہ سارہ گیا، لوگ ایک بار پھر خوفزدہ ہونے لگے۔

"سپاہیوں، محافظہ کو یہاں سے لے جائیں اور زندان میں ڈال دیں اور آپ، آپ دونوں غائبہ کو کنویں میں پھینکیں گے۔" اس نے اپنے سامنے کھڑے دو سپاہیوں کو حکم دیا۔۔

سپاہی آگے بڑھے اور محافظہ کے تمام تر احتجاج کے باوجود اسے میدان کے آخری سرے پر لے جانے لگے۔

"چھوڑو مجھے، میں نے کہا چھوڑو مجھے، یہ میرا حکم ہے۔" وہ احتجاج کرتی رہی ہاتھ پاؤں ہلاتی رہی۔ لیکن سب بے سدھ۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"معاف کیجیے گا، محافظہ۔ ملکہ کا حکم زیادہ اہم ہے۔" سپاہی بس اتنا کہہ سکے۔

غائبہ نے ایک آخری نظر آنکھیں برساتی مؤرخہ کی طرف ڈالی، پھر آسمان کی جانب دیکھا۔

سپاہی اس کی طرف آئے۔

"میں خود چل سکتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ متوازن چال چلتی کنویں کی طرف آئی اور چمکتی آنکھوں سے کنویں میں موجود پانی کو دیکھا جب کہ غیض و غضب کی آنکھوں سے شہزادے نے اسے دیکھا۔

اگلے ہی لمحے، دھک کے ساتھ وہ کنویں میں جا گری۔

محافظہ بے ساختہ آگے لپکی، مگر روک دی گئی۔

شہزادے کی آنکھوں میں تاسف ابھرا۔

سیاہ آنکھوں کے پردے پر ماضی کی ایک دھندلی جھلک ابھری۔

گہرے بھورے لباس میں ملبوس لڑکی اور سیاہ لباس میں ملبوس لڑکا اسی میدان میں موجود تھے۔

دونوں کے چہرے پر سکون لیکن دل خوف میں مبتلا تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سامنے اس شہر کے باسی کھڑے انہیں جان سے مار لینے کے درپے تھے، لیکن درمیان میں موجود سپاہی انہیں کسی طرح روکے ہوئے تھے۔چند پتھر وہاں سے ان کی طرف پھینکے گئے اور وہ دونوں بچاؤ کی خاطر کنویں کی اوٹ میں جا بیٹھے۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

مضطرب نگاہیں ایک دوسرے سے سوال کرتی تھیں، مگر جواب دونوں کے پاس نہ تھے۔

اب تک وہ ساتھ تھے تو کوئی آس تھی ورنہ کوئی یہاں کسے کب مار دے کچھ پتہ نہیں تھا۔

سپاہیوں کا گھیرا تنگ ہونے لگا، لوگ بے قابو ہو رہے تھے۔ تبھی قیصرہ خاتون آئیں اور انہوں نے کسی طرح اس مشتعل ہجوم کو ٹھنڈا کیا ورنہ بغیر کسی ہتھیار کہ شاید ہی وہ اپنا بچاؤ اس انجان جگہ پر زیادہ دیر کر پاتے۔

اس دن ان دونوں نے بغیر کچھ کہے عہد کیا تھا۔

"جب تک یہاں ہیں چاہیں تنگی ہو یا آسانی ہم بقا کی خاطر ساتھ رہیں گے کہ ماسوائے ایک دوسرے کے ہمیں کسی پر اعتبار نہیں۔" اگرچہ وہ عہد کسی نے کہا نہیں تھا، تاہم آنکھوں کی صورت پڑھ لیا گیا تھا۔سیاہ آنکھوں کے سامنے کا منظر دھندلایا اور پھر روشن ہوا۔سخت

سردی کا ایک جھونکا شہزادے کے وجود میں سرایت کرنے لگا، جس نے اسے اس عہد کی شدت یاد دلائی۔ وہ لڑکی۔۔۔۔ وہ لڑکی۔۔۔۔ اس کی تقدیر کو کامل کرتی تھی۔۔۔۔

ایک لمحے کو وہ ساکت رہا۔ پھر گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔ جو چہرے غاں بہ کو گرتے دیکھ کر مطمئن ہوئے تھے ان پر الجھن ابھری اور پھر حیرت۔ اس سے پہلے کوئی کچھ رد عمل دیتا۔

نیلا ماں ئل سیاہ چغہ ہوا میں لہرایا۔

اور شہزادہ، کنویں میں چھلانگ لگا چکا تھا۔

پانی میں چھپاک کی ایک گہری آواز گونجی اور پھر.... خاموشی۔ وہاں کی ہوا تھم گئی۔ میدان میں فقط سنّاٹا باقی رہ گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سپاہیوں کی گرفت ڈھیلی پڑی تو محافظہ کنویں کی سمت بھاگی۔ اس نے پانی کی طرف دیکھا، جس کی ٹھہری سطح میں اب تک ہلکا سا ارتعاش تھا۔

اس کی آنکھوں سے آنسوں گر کر اس پانی میں جا کر ملنے لگے۔ ملکہ کے حواس سب سے پہلے بحال ہوئے۔ اس نے سپاہیوں کو پھر سے محافظہ کو پکڑنے کا حکم صادر کیا اور اس بار محافظہ

بغیر کسی رد عمل کے اپنا آپ ان کے حوالے کر گئی۔ مقرب کے لیے کچھ نہ کرنے کا صدمہ حد سے سوا تھا۔

پانی میں گرتے ہی پانی اس کے کان، ناک اور منہ کے ذریعے جیسے اس کے اندر بھرنے لگا۔ ہر طرف دھندلاہٹ پھیلنے لگی۔ دل گھوٹنے لگا۔ منجمد کر دینے والے پانی کی گرفت اس کے اندر تک سرایت کر گئی۔ غاںُبہ نے مدد کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے چاہے مگر اسے بچانے والا کوئی نہیں تھا۔ اسی پل اس پھیلتے اندھیرے میں ایک ہاتھ دکھا جو اسے پکڑنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ پانی جیسے سرد انگلیوں سے اس کی روح کو چھونے لگا، اور اندھیرے میں غاںُب ہوتا وہ ہاتھ۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیا وہ واقعی اسے بچانے والا تھا؟

۔

۔

۔

(کیا وہ ہاتھ صرف اسی لمحے کے لیے موجود تھا، یا ہمیشہ کے لیے؟)

۔

۔

۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

Clubb of Quality Content

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842